اخلاقِ عملیہ اور قوتِ علمیہ وغیرہ میں نظر کرتا ہوں، تو خود کو اُن کا کمترین مستفیض و تلمیذ پاتا ہوں اور اپنی سعادت اُن کی خدمت میں دیکھتا ہوں +

فقیر نے یہ ماجرا حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نہایت خوشنود ہوئے۔ اور آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ تم نے ان دونوں برادرِ خجستہ سیر کا انکسار و ایثار اُن کا وُد و وداد دیکھا۔ اس کے بعد آپ نے اُن کے حق میں نے دعائے خیر کی اللہ تعالےٰ قبول فرمائے +

اب اس کے بعد میں آپ کے چند عرائض لکھتا ہوں جو آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں قبل از سفرِ اجمیر ارسال کئے +

احقر محمد سعید خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس ظاہری مفارقت کے غم و اندوہ کا کیا عرض کروں، کبھی اس قدر وحشت غلبہ کرتی ہے کہ منجر بہلاکت و مرضِ شدید ہوتی ہے۔ پریشانیٔ احوال کا کیا عرض کروں۔ باوجود تعلقاتِ متفرقہ کے دل یہ چاہتا ہے کہ دیوانوں کی طرح سب کو چھوڑ کر عزلت اختیار کروں کہ بجز لبِ گور ہونے کے مجھے کوئی نہ دیکھے +

کل بیٹھا ہوا حافظ سے قرآن مجید سُن رہا تھا ایسا معلوم ہوا جس طرح ظرف کو خالی کرتے ہیں اور پھر بھرتے ہیں۔ بندہ کو بھرنا شروع کیا۔ اور اُس کی کیفیت سمجھ نہیں سکتا کہ کس طرح عرض کروں۔ دریافت ہوا کہ تخلیہ اوّل تخلیہ توہُّم وجود سے ہے کہ خود کو عدمِ مُطلق و شرِ محض تھا۔ وجود و خیرِ محض جانتا تھا۔ یہ توہُّم زائل ہو کر عدم اپنی معرفت کے ساتھ معدوم ہوا۔ اور پُر کرنا یہ ہے کہ بجائے عدم کے حقیقتِ شخصیہ ہی ثابت رکھی لیکن نظرِ خوب میں اپنی حقیقت سامنے ہے اور ثبوت مجدد بھی مدِ نظر ہے۔ پس گویا شے خالی کو پُر کیا۔ اور اُس کی گرانباری ظاہر ہے۔ اس صبح کو مَیں نے دیکھا کہ اُس میں ایک آئینہ دکھلاتا ہے کہ میرے مُنہ پر کچھ ہلکے ہلکے داغ ہیں۔ جو لوگوں کی نظروں میں نہیں آتے کہ آئینہ کمال صفا نہیں ہے۔ اوّل چہرہ کا کچھ حصہ اس مُصفا آئینہ میں ظاہر ہُوا۔ اور پھر تمام داغ نظر آئے۔ اس وقت معلوم ہُوا کہ مرآۃ شے مغائر شے ہوتا ہے اور پہلے چونکہ عدم و وجود کے درمیان مخلوط تھا۔ آئینہ بھی اسی کے مثل تھا۔ اور جب معاملہ عدمِ صرف کی

طرف کھنچا۔ آئینۂ احکام عدم سے خالی تھا۔ جس روز یہ عقدہ حل ہوا جو میں نے لکھا تھا کہ خوب نظر حقیقت میں ہونا۔ ثبوت بدل عدم کا نہیں ہو سکتا، ظاہر ہوا کہ نہایت اطلاق آنا بقا یا عدم تک کیونکہ آنا آنا کے ساتھ ملتبس ہے۔ جب عدم اصل سے ملتجا تھا ہے انا منقطع ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت بے اطلاق ان ثبوت سے مبدل ہو جاتی ہے۔ اور انقطاع علم حضوری ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وجود ہمیشہ حاضر ہے، بتوجہ جناب اُمیدوار ہوں کہ تفصیل ان حقائق سے بہرہ ور ہو جاؤں۔ انتہٰے +

ایک روز آپ نے اس فقیر سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مَیں شب کو دروازہ اندر سے بند کر کے صحن خانہ میں سو رہا تھا کہ کوئی نصف یا نصف سے کچھ زائد رات گذری ہوگی کہ کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مَیں حیران ہوا کہ اس وقت کون آیا ہوگا۔ ہر چند مَیں نے آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ مَیں نے چاہا کہ دروازہ کھولدوں تو اُس نے دروازہ اپنی طرف کھینچا اور مَیں نے اپنی طرف اسی اثنا میں خواجہ صاحب نے آواز دی کہ محمد سعید حاضر رہو۔ آپ کی آواز پہنچتے ہی وہ ناپدید ہو گیا +

صبح کو مَیں نے آپ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ فرمایا۔ آج شب کو جن نے چاہا کہ گھر میں آ کر تم سے مزاحم ہو۔ جب مجھے اس کی اطلاع ہوئی تو آوازہ یکہ مَیں نے اُسے بھگا دیا +

اسی تقریب میں ایک ثقہ دوست بیان کیا کہ ایک دفعہ مَیں گھر میں جا کر سو رہا ابھی کچھ نیند آئی تھی کہ ایک جن نے چاہا کہ مجھ پر تصرف کرے۔ مَیں نے کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔ تو پڑھتے ہی مَیں نے دیکھا کہ فرشتوں نے نازل ہو کر اُسے پارہ پارہ کر دیا۔ اور اُس کے متعلقین کو اُس جگہ سے جلا وطن کر دیا +

ناقل بیان کرتا ہے کہ اسی روز اس گھر سے ایک آسیب زدہ شخص لایا گیا۔ جسے اسی شب کو آسیب پہنچا تھا +

ب

رسالہ مبدأ و معاد میں حضرت خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز جنوں کے احوال اس درویش پر منکشف ہوئے۔ دیکھا کہ جن کوچوں میں آدمیوں کے

رنگ میں اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ ہر ایک جن کے سر پر ایک ایک فرشتہ موکل ہے اور اپنے موکل کے خوف سے اِدھر اُدھر دائیں بائیں نظر نہیں ڈال سکتے۔ اور قیدیوں کی طرح پھرائے جا رہے ہیں۔ اور اصلاً مخالفت نہیں رکھتے۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ہر ایک موکل کے ہاتھ میں ایک ایک گرز ہے کہ جن ذرا بھی مخالفت کرے تو ایک ہی ضرب میں اُس کا کام تمام ہو جائے +

حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالےٰ

حضرت خواجہ صاحب کے تیسرے فرزند ہیں۔ ولادت شریف آپ کی گیارھویں ماہ شوال المکرم ۱۰۰۷ھ ہجری کو ہوئی +

حضرت خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ قدوم میمنت لزوم یعنی ولادت محمد معصوم ہمارے لئے نہایت مبارک واقع ہوئی ہے کہ اُن کے تولد کے چند ماہ بعد ہم حضرت خواجہ صاحب (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کی شرف ملازمت سے سرفراز ہوئے۔ اور دیکھا جو کچھ کہ دیکھا +

آپ کی مدح و تعریف و علو استعداد کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ محمدی مشربوں میں سے ہیں +

اور ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "فرزندی محمد معصوم کا کیا حال لکھوں کہ وہ خود بالذات اس دولت ولایت کے قابل ہے +

نیز آپ نے فرمایا کہ یہ اُس کی علو استعداد کا اقتضا تھا کہ تین سال عمر ہی سے اُس نے حقیقت تجلی ذاتی اور توحید میں لب کشائی کی اور کہنے لگا کہ میں آسمان ہوں میں زمین ہوں اور میں فلاں ہوں اور فلاں ہوں ؎

چوں زلیخا کہ سپنداں تا بعُود
نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس راہ میں پیر و جوان عورتیں بچے سب برابر ہیں۔ انوار فیوض الٰہی سب کو علی السّاوی پہنچ سکتے ہیں ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ +

خواجہ صاحب ہمیشہ آپ کے زمانۂ طفولیت میں آپ کی بلند استعداد و آثار رُشد مشاہدہ کر کے نظر عنایت و توجہ شامل حال رکھتے تھے اور ظہور کمالات خفیہ کے منتظر رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ علم مبدأ حال ہے، اس لئے بدون تحصیل علم چارہ نہیں۔ اس لئے آپ تحصیل علوم معقول و منقول کی تحریص و ترغیب دلایا کرتے تھے۔

چنانچہ آپ کی توجہ سے ان نور دیدہ ولایت نے بھی اپنے برادران بزرگ کی طرح ۱۶ برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی۔

تحصیل علوم کے درمیان تحصیل حال میں بھی سرگرم رہتے تھے۔ جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اور بعنایت اپنے والد ماجد کے احوال و اسرار خاصہ سے نصیب کامل پایا۔ بلکہ آپ کے مخلص امید رکھتے ہیں کہ آپ بحسب اشارہ حضرت مخدوم صاحب مرتبۂ قطبیت کو پہنچینگے۔

چنانچہ ایک روز آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ایک نور دیکھتا ہوں جس سے تمام عالم منور ہے اور وہ نور ذرات عالم میں سرایت کئے ہوئے ہے جس طرح آفتاب اگر غروب ہو جائے تو تمام عالم ظلمانی ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم قطب وقت ہو گے میری اس بات کو یاد رکھنا۔ والحمد للہ حمداً کثیراً۔

راقم الحروف نے ایک روز حضرت کو فرماتے سنا کہ محمد معصوم کا اقتباس ہم سے یوماً فیوماً حفظ و تعلیم میں صاحب شرح وقایہ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے عنوان کتاب میں بیان کیا ہے کہ:-

"وقایہ سبقاً سبقاً میرے جد امجد نے تالیف کی۔ اسی طرح میں بھی اسے سبقاً سبقاً یاد کرتا جاتا تھا چنانچہ جب یہ تالیف پوری ہوئی۔ یہ تمام میرے ذہن میں محفوظ تھی"۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آپ کی مدحت و علو حال کے لئے یہ باتیں کافی ہیں۔

ایک اور مکتوب میں خواجہ صاحب نے آپکے اور خواجہ محمد سعید علیہما اللہ کے حق

میں چند کلمات تحریر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ "طبیعت ہمیشہ تمہارے حال کی طرف متوجہ اور تمہارے کمال کی خواہاں رہتی ہے ۔ پرسوں نماز صبح کے بعد میں خاموش بیٹھا تھا ایسا معلوم ہوا۔ جو خلعت کہ میں رکھتا تھا مجھ سے جدا ہوئی اور اس کی بجائے دوسری خلعت مجھے عطا ہوئی۔ اس کے بعد مجھے خیال گذرا کہ یہ خلعت کسی کو دینگے یا نہیں۔ اگر دینگے تو آرزو یہ ہے کہ وہ فرزند ارجمند محمد معصوم کو عطا کریں۔ ایک لمحہ کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ خلعت فرزند ارجمند کو مرحمت ہوئی۔ اور وہ خلعت زاید معاملہ قیومیت سے تھی۔ جو تربیت وتکمیل سے تعلق رکھتی تھی اور یہ خلعت جدیدہ مستحق خلع ہو تو امیدوار ہوں از کمال کرم فرزندی اعزی محمد سعید کو عطا فرمائیں" +

راقم الحروف بتضرع تمام بارگاہ الٰہی میں اس کی مقبولیت کی دعا کرتا ہے اور آپ کو اس دولت کا مستحق سمجھتا ہے۔ اگر استعداد ہے تو داد وعطا اس ذات پاک کی ہے ؂

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے دونوں مخدوم زادوں کو ادائے شکر اللہ عزوجل کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا قال اللہ تبارک وتعالےٰ اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ معلوم ہے کہ شکر عبدیت محض سے ہے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے جوارح وقوائے ظاہریہ وباطنیہ عطا فرمائے ہیں اس ادائے شکر کے لئے عطا فرمائے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ یہ سب کچھ عطا نہ فرماتا تو شکر اللہ عزوجل کس طرح ادا ہوسکتا واللہ سبحانہ ھو الموفق انتہٰی +

پھر ایک مدت قلیل کے بعد فرمایا کہ خلعت ثانیہ موعودہ بھی فرزند محمد سعید کو عطا کی۔ والحمد للہ سبحانہ وعلےٰ ذٰلک اور یہ خلعت ثانیہ عبارت ہے مقام خلت سے +

اس کے علاوہ بھی کیا مکتوبات اور کیا مکالمات وغیرہ میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے ان فرزندان ذوالبرکات کے کمالات وافرہ کی طرف بہت سے قولی بشارات کئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان دو سرچشموں کے آب زلال سے اس راہ کے پیاسوں کو سیراب کرتا رہے +

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایات وافرہ سے جو آپ پر شامل حال ہیں ایک یہ ہے کہ آپ نے باوجود مشاغل علمی و افاضہ طالبان حق اور باوجود التزام اوراد و وظائف کے تھوڑی سی مدت میں قرآن مجید بھی حفظ کر لیا۔ آپ اسرار و معارف میں اپنے پدر بزرگوار سے پورے طور سے اطلاع و واقفیت رکھتے ہیں۔

بہت سے اسرار و معارف آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے خلوتوں میں استماع کئے ہیں اور بہت سے وہ ہیں جو آپ کے مکتوبات وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ آپ نے ان معارف و اسرار خاصہ کو اپنی ایک بیاض میں بھی جمع کیا ہے۔ چونکہ آپ راقم الحروف پر عنایت رکھتے ہیں اور محرم راز سمجھتے ہیں۔ اس لئے آپ نے بعض خاص اسرار و معارف سے راقم الحروف کو بھی اطلاع بخشی ہے اور اجازت دی ہے کہ میں انہیں آپ کے حالات میں درج کروں۔ بعض اسرار و معارف تو حال سے تعلق رکھتے ہیں اور بیان میں نہیں آسکتے اور بعض بیان کئے جا سکتے ہیں انہیں تبرکات یگانہ میں عرض کرتا ہوں۔

۱

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں جو وارد ہوا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ کہ قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے، سو قبر کا روضہ جنت ہونا یہ ہے کہ قبر کے اور جنت کے درمیان جو حجب و مسافت ہے مرتفع ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان کوئی حجاب مانع نہیں رہتا۔ گویا وہ بقعہ تقابل کا سے جنت پیدا کرتا ہے افافہم۔ یہی معنی ہیں قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ کے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یہ قسم روضہ کی خص خواص کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں پر بھی بوجہ نورانیت ایمانیہ اگر جنت کا پرتو اس بقعہ پر پڑے، ہو سکتا ہے۔

۲

یہ حیات جو اس عالم سے تعلق رکھتی ہے، دو چیزیں چاہتی ہے۔ حس و حرکت اور جو حیات کہ عالم برزخ سے تعلق رکھتی ہے حس محض بدون اس کے کہ اس میں حرکت

حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے جو حکیم مطلق ہے ہر محل کے مناسب زندگی عطا فرمائی ہے۔ اور عالم برزخ میں حس ضروری ہے تاکہ تألم و تلذذ متصور ہو اور حرکت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۳

علم کہ عبارت انکشاف سے ہے، دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ انکشاف باحاطہ ہو اور قسم دوم یہ کہ محض انکشاف ہو۔ جو علم کہ ممکن سے تعلق رکھتا ہے قسم اول میں داخل ہے۔ اور جو علم کہ ذات واجب سے تعلق رکھتا ہے داخل قسم ثانی ہے، انکشاف محض ہے۔ اور اس علم کو ادراک بسیط کہتے ہیں۔ نشان عدم احاطہ یہ ہے کہ کیفیت درک میں نہیں آتی۔ اور رویت اُخروی بھی اسی قسم دوم کے مماثل ہے۔ کیونکہ انکشاف محض ہے۔ بدون اس کے کہ کوئی کیفیت معلوم ہو۔ اور کیفیت معلوم ہی کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ ذات حق تعالےٰ میں کیفیت نہیں +

۴

مقام رضا میں کہ فوق مقام حُب ہے دو اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار رضائے حق سبحانہٗ و تعالےٰ از عبد۔ اور ایک اعتبار رضائے عبد ہے از حق سبحانہٗ۔ اعتبار ثانی فوق اعتبار اول ہے، کیونکہ اول رضائے حق ہے اور پھر رضائے عبد۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ +

۵

ایک روز آپ نے آیہ کریمہ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تلاوت کی اور فرمایا کہ علمائے کرام استنساخ سے استنساخ مَلَک مراد لیتے ہیں اور اسناد استنساخ کو مجازی کہتے ہیں۔ لیکن ایک روز میں اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا کہ میرے دل پر گذرا کہ حق تعالےٰ نے استنساخ کی نسبت اپنی طرف کی ہے تو کیا یہ اسناد حقیقی بھی ہو سکتا ہے۔ تو بعد توجہ مشہود ہوا کہ اس مرتبہ میں استنساخ ورائے استنساخ ملک بھی ثابت ہے۔ مخدوم زادہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو یہ استنساخ جو ورائے استنساخ ثابت ہے، عام ہے یا مخصوص بعض اشخاص ہے۔ فرمایا مخصوص مخصوصان ہے کہ حق تعالےٰ اور ان کے درمیان بعض ایسے امور گذرتے ہیں کہ حق تعالےٰ نہیں چاہتا کہ کراماً کاتبین کو بھی اُن پر اطلاع ہو۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ

اَلعَظِيم ٭

اسی طرح آیہ کریمہ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا میں توفی کو اپنی طرف اسناد کیا باوجود یکہ قبض ارواح ملک الموت کرتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت شریف میں وارد ہوا ہے قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ الآیہ۔ اس آیت شریف میں بھی محتمل ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ بعض خاصان خاص ارواح بلا توسط ملک الموت قبض کرتا ہو اور بعض دیگر کا بتوسط ملک، کما ورد فی الاخبار ٭

آپ نے بعض اسفار میں جن میں آپ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے ہمرکاب نہ تھے، عرائض لکھے ہیں جو آپ کے احوال علیہ پر دلالت رکھتے ہیں۔ از انجملہ دو عریضے اس جگہ نقل کرتا ہوں ٭

عریضہ اولےٰ

بندہ کمترین محمد معصوم عرض خدمت کرتا ہے کہ جناب کے شفقت نامہ پے درپے کئی ایک پہنچے۔ بندہ کے معاملہ کو حضیض پستی سے نکال کر ترقی پر پہنچایا۔ بعد وصول مکتوب مشتمل بر معارف فو صرف ذاتی بعنایت حق سبحانہٗ وتعالےٰ فنا وبقا اس نسبت کی میسر ہوئی اور ایک مدت تک اس میں مستغرق رہا۔ اگرچہ بروقت تحریر عریضہ وہ حالت مستور معلوم ہوتی ہے، معلوم نہیں وجہ اس کی کیا ہے۔ جناب کی توجہات اور حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی عنایت کا کیا ذکر کروں، کشاں کشاں لیجاتے ہیں۔ ہر چند کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں لیجاتے ہیں اور کہاں پہنچاتے ہیں۔ اس اثنا میں بہت سے حالات عطا کرتے ہیں کہ ذوقی ہیں نہ بیانی ؎

من نہ باختیار خود میروم از قفائے او
آں دو کمان عنبریں مے کشدم کشاں کشاں

حق سبحانہٗ وتعالےٰ بتوجہ جناب تیز کامل عطا فرمائے رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ عجیب معاملہ ہے باوجود ورود ان احوال کے بعض اوقات قبض اس درجہ غلبہ کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ میں حرارت نہیں رکھتا۔ پھر چند روز کے بعد نئے معاملات فائضہ تازہ ہو جاتے ہیں اور کیفیات مخصوصہ جلوہ گر ہوتی ہیں۔ وجہ اس کی بھی معلوم نہیں کیا ہوگی۔ اس قدر جانتا ہوں

مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَفْسِکَ اس معاملہ سے اپنی مناسبت کو از راہ انابت راہ اجتبا سے زیادہ جانتا ہوں اور اجتبا کو طفل جانتا ہوں بلکہ حسرت کرتا ہوں اور خود کو اس سے تسلّی دیتا ہوں کہ بندہ کو خواست (ارادہ) سے کیا کام، جو کچھ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے عنایت فرمائے اُس پر راضی رہنا چاہئے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ بتوجہ جناب شمّہ محبُوبیت ذاتیہ سے عطا فرمائے۔ العبودیۃ +

عریضۂ ثانیہ

کمترین بندہ محمد معصوم خدمت عالی میں عرض کرتا ہے کہ سرفرازنامۂ عالی جس میں جناب نے اس عاصئ مہجور کو انواع عنایات سے سرفراز فرمایا ہے، صادر ہُوا ہے ؎

من کہ باشم کہ براں خاطر عاطر گذرم
لطفہا میکنی اے خاک درت تاج سرم

حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے احسانات کیا عرض کروں۔ اور کون سے جوارح سے اُس کے احسانات کا شکر بجالاؤں۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خاک کرے بلکہ اپنا نام و نشان نہ رہنے دے تب بھی وہ اُس کا حق شکر نہیں بجالاسکتا کیونکہ جو عبادت کہ اُس کی طرف منسوب ہوگی۔ وہ عیبُ نقصان سے بھری ہوگی +

خود جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے اللّٰھمّ لا اُحصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك اے پروردگار میں تیری ثنا بتمام وکمال نہیں کرسکتا جیسے کہ تو نے خود اپنی ثنا کی ہے، تو پھر اور کسی کا ذکر کیا +

اخوی خواجہ محمد ہاشم نے مکتوبات معارف جدیدہ آگرہ سے ارسال فرمائے ہیں اُن کا درجۂ علو اس قدر ہے کہ ہر ایک بے سرانجام اُن کے معارف کو تماحقہ سمجھ سکے اور یہ جو ذکر فرمایا ہے کہ تمام افراد عالم ظلال اسماو صفات ذات واجب تعالےٰ ہیں پس یہ سب اعراض ہونگے اور جوہر ان کے درمیان ایک بھی نہ ہوگا کہ ان سب کا قیام اُس پر مترتب ہو پس اُن کی ذات کو بجز حرمان کے اور کوئی نصیب نہیں اور اُن کا نصیب جو کچھ غیر از صفات نہیں ہے مگر ایک ذات عارف الخ +

ایک روز نماز تراویح میں، میں اس امر کے مراقبہ ومطالعہ میں پڑ گیا کہ جو اعراض

کہ اس شخص کی ذات تھے انہوں نے اصل کی طرف عود کیا۔ اور اس کا کوئی نام و نشان نہ رہا اور تمام اصل میں مضمحل و محو ہو گئے۔ ہر چند کہ عروج کرتا ہوں اور ہوس اس بات کی ہے کہ ذات مجرد سے بہرہ نصیب ہو لیکن میسر نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ میسر ہوتا ہے اصول میں جا ملتا ہے اور اصول اصول میں لئے ماشاء اللہ۔ چنانچہ مشہود ہوا کہ جہاں کہیں کہ جاؤں اور جہاں تک پہنچوں، وجوات و اعتبارات میں پہنچو گے جو اصل اصول ہیں۔ اور ان اصول اور اصل اصول سے ذات مجرد تک پہنچنا محال ہے۔ کیونکہ اصول تمام تر منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ وراء الوراء ہے اور اطلاق اصل اس کی ذات پاک میں ساقط ہے۔ آخر الامر معاملہ یاس کو پہنچا اور بہ یقین یقین معلوم ہوا۔ جب تک کہ توصیفات اور اعتبارات ہیں اس وقت سعی یہیں تک ہوگی کہ اپنے آپ کو اصول میں مضمحل و متلاشی کرے اس کے بعد اصل سے گذرنے کے کوئی معنی نہیں۔

امر دیگر۔ چاہیے کہ حضرت ذات جل سلطانہٗ سے بہرہ نصیب ہو۔ اس وقت دل پر خیال گذرا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں وَمَا بَعْدَ هٰذَا اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ یعنی فنا و اضمحلال در اصول کے نہیں ہے مگر عدم محض کیونکہ اصول کو ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ میں کوئی راہ نہیں اور وہ سب منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ ذات حق سبحانہٗ وراء الوراء ہے جب تک نہ ذات عطا نہ فرمائیں ذات تک پہنچنا محال ہے۔ اور یہ جو جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ قسم بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتی۔ علاوہ یاس کے کہ مذکور ہوئی۔ اس قدر غم و رنج ہوا کہ کیا عرض کروں۔ ایام یاس میں کبھی دل پر گذرتا تھا کہ تابع کامل کو جمیع کمالات متبوع سے نصیب ہوتا ہے۔ پس عدم تعدد کس اعتبار سے ہوگا۔ آیا فرق اصالت و تبعیت کا ہوگا۔ لیکن اس قسم سے دل کے اضطراب کو تسکین نہیں ہوتی عجب نہیں بحکم آیہ کریمہ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْــٴَـسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ محرومی نہ رہے اور تسکین ہو جائے۔

خواجہ محمد ہاشم کے آخری مکتوب میں جو کچھ جناب نے تحریر فرمایا تھا۔ اس سے مجھے اطلاع دی۔ ہر چند کہ اس کے بعد کئی ایک مکتوب گذر چکے لیکن مصلحۃً میں نے جناب کو اس سے اطلاع دی اور اس سے کنارہ کشی کر رہا تھا۔ لیکن اب جناب کی توجہ شریف سے امیدوار ہوں کہ یہ معما بھی حل ہو جائے جب لکھتے وقت اس سے اطلاع پائی تو

انشاء اللہ تعالیٰ جناب کی توجہ سے اُمید ہے کہ اُس سے بہرہ ور ہوگا۔ العبودیہ انتہیٰ +

انہیں ایام میں آپ نے اپنے اس مخلص کے نام بھی ایک نامہ ارسال فرمایا ہے اس میں آپ نے فقیر کو محرم راز جانکر بعض امور کی طرف اشارات کئے ہیں تبرکاً نقل کرتا ہوں کہ اُس سے آپ کا علو حال و انکسار ظاہر ہوتا ہے +

ب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ سید المرسلین محمد واٰلہ اجمعین اُمیدوار ہوں کہ آں برادر گرامی دوال سے چھٹکارا پاکر مدلول حقیقی تک پہنچ ہونگے اور جزئی سے کلی تک اور وہاں سے مافوق تک ملحق ہوگئے اور قوسین سے اُسکے اُنکے تک پہنچے ہونگے مخلوط سے خالص کو جُدا کرلیا ہوگا۔ اور بمقتضاے حدیث شریف اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ بطون مرکز نقطہ مذکور میں کیا ہوگا۔ علم سے نادانی کی طرف اور گرفت سے خوشی کی طرف آگئے ہونگے۔ معاملہ نفی کو پس پُشت ڈال کر نگراں اثبات ہوئے ہونگے۔ بلکہ وہاں سے مجہول الکیفیت سے بہرہ حاصل کیا ہوگا۔ گو فی الجملہ ہی ہے۔ اور خلیل سے حبیب کی طرف متوجہ ہوئے ہونگے علیہما الصلوٰۃ والسلام ع

باکریماں کارہا دشوار نیست

آپ کی علو فطرت اور شوریدگی سے یہ امور بعید نہیں بلکہ قریب ہیں۔ بلکہ کہ سکتا ہوں کہ آپ کو حاصل ہیں۔ ہاں مجھ جیسے ناقابل پست ہمت جس نے اپنی تمام قابلیت کو زلّات و معاصی میں کیا ہوئے کیونکر زیبا ہو سکتا ہے کہ مطالب ارجمند کا خیال تک کرے۔ میرے اس بیان کو آپ تکلف یا انکسار نفس پر محمول نہ کریں کہ امر واقعی ہے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ باوجود اس ناقابلی و عصیاں کے سر و نشاء اُس کی نہاد میں ودیعت کیا ہے اور مستودع کو اُس کی حقیقت سے پوری اطلاع نہیں دی ہے۔ اس لئے ہر وقت اپنے نشاء کا والہ و شیدا رہتا ہے اور عاشقی و بیان میں گھلتا ہے۔ اُمید الطاف واہب العطایا سے یہ ہے کہ ان اُمور کو کمینگی ظہور میں لاکر ستر سے علانیت میں اور قوت سے فعل میں لائے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ +

اے پروردگار! اس محبوس زندان دنیا کو حبس سے خلاصی بخش اور اس مرغ شکستہ بال

کو اس قفس سے رہا کرے کہ بے مزاحمت اغیار اس نشاء میں مستہلک بلکہ نشاۂ ے نشار ہو جائے اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ انتہے المکتوب العالی +

مخفی نہ رہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے ان تین مخدوم زادوں کے سوائے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور فرزند بھی تھے۔ ایک شیخ محمد فرخ دوم شیخ محمد عیسٰے رحمہما اللہ ان دونوں فرزندوں نے آپ کے زمانہ ہی میں اپنے برادر بزرگ خواجہ محمد صادق مرحوم کی رفاقت میں سفر آخرت اختیار کیا۔ ان دونوں نور دیدوں کے احوال ارجمند خود حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے بیان مبارک سے مخدوم زادہ بزرگ کے حالات میں مذکور ہو چکے ہیں +

آپ کا نام محمد عیسٰے رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ جس وقت آپ شکم مادر میں تھے تو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ پر حضرت عیسٰے علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا تمہارے گھر میں فرزند تولد ہوگا اس کا نام ہمارے نام پر رکھنا +

ایک اور فرزند آپ کے محمد اشرف تھے جو حالت شیر خواری ہی میں فوت ہو گئے +

ایک فرزند آپ کے شاہ محمد یحیٰے ہیں اطال اللہ عمرہٗ ابھی صغیر السن ہیں۔ آپکا لقب شاہ اس لئے پڑ گیا کہ طفولیت میں شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تلطفات سے گذرے ہیں۔ چنانچہ شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں بھی اس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے +

شاہ سکندر قادری زمانہ طفولیت میں آپ پر عنایات و توجہات خاص رکھتے تھے۔ اور اپنے آباو اجداد کے القاب کے مطابق آپ کو شاہ کہکر پکارتے تھے +

اور مخدوم زادہ محمد یحیٰے کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے قریب زمانہ ولادت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کو الہام ہوا کہ تمہارے گھر پسر ہوگا۔ اور اس سے تمہارا نام زندہ ہوگا جب آپ تولد ہوئے تو اس کے مطابق آپ نے اُن کا محمد یحیٰے نام رکھا +

آپ بھی استعداد عالی رکھتے ہیں۔ بہترین تربیت حضرت خواجہ صاحب آپنے آٹھ نو سالہ عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اسی طفولیت کے زمانہ میں تحصیل علم سے بھی آپ کو کامل محبت و رغبت تھی۔ حتےٰ کہ اس طفولیت کے زمانہ میں اُستاد کے ساتھ آپ کی نسبت رابطہ بھی مشاہدہ کی گئی۔ حالانکہ کسی طفل سے ایسا مشاہدہ نہیں کیا گیا اور نہ سُنا گیا

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے سفر اجمیر سے مراجعت کی اور بعض خادم دو تین منزل آپ کے استقبال کے لئے گئے۔ تو آپ کو بھی اپنے ہمراہ لیتے گئے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب کسی سبب سے تین چار روز کے بعد سرہند جائینگے۔ تو آپ نے خواجہ صاحب سے رخصت ہونے کی اجازت لی۔ آپ نے فرمایا۔ بابا اتنی جلدی کا کیا سبب ہے شاید تم مجھے یاد نہیں کیا کرتے۔ عرض کیا ان چند روز میں میرے سبق میں ہرج ہوگا اور میرا فلاں شریک مجھ سے آگے بڑھ جائیگا نیز مجھے اپنے استاد بھی یاد آتے ہیں۔ خواجہ صاحب آپ کی یہ گفتگو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کیوں نہیں یہ طبقۂ علما اور خاندان حُفّاظ و صلحاء سے ہے۔ یہ فرما کر خواجہ صاحب نے آپ کو رخصت کر دیا۔ اور اجمیر شریف میں جب کہ آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کا زمانۂ انتقال ہے۔ ایک روز فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ محمد سعید بھی اپنے بھائیوں کی طرح اس نسبت سے بہرہ ور ہو۔ لیکن کیا کروں کہ وہ ابھی طفل ہے اور میرا زمانۂ انتقال قریب ہے۔ اور کمال شفقت کے باعث آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے آپ کے انتقال کے بعد قرآن مجید تو آپ یاد ہی کر چکے تھے۔ بتربیت اپنے برادران بزرگوار تحصیل علوم معقول و منقول بھی آپ نے انجام کو پہنچائی۔ اور باستحکام و استحضار تمام درس و تدریس اور نشر علوم میں مشغول ہو گئے۔ اور طریقۂ انقطاع و تبتل۔ آزادی۔ بے تعینی۔ ضبط اوقات۔ حفظ اوضاع۔ اتباع سنت اور رعایت اس طریقۂ علیہ میں بھی حظ کامل رکھتے تھے۔ آثار نجابت و وراثت اور نسبت معنویہ آپ کی پیشانی سے ظاہر و ہویدا ہیں +

آپ کا حلیہ۔ قد و قامت۔ آپ کی رفتار اور چشم و ابرو سب آپ کے والد ماجد سے مشابہت تمام رکھتے ہیں +

آپ کی قبولیت کے لئے کیا یہ وجوہات کم ہیں کہ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب قدس سرہٗ کے نواسے ہیں۔ اور خواجہ بزرگ خواجہ عبید اللہ سلمہ اللہ کی دختر آپ کے نکاح میں ہیں۔ بانسبت معنوی کے ظاہری نسبت میں بھی آپ امتیاز رکھتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال کی ہے۔ آپ مطول پڑھتے ہیں۔ امید ہے کہ علوم ظاہری اور احوال باطنی میں آپ بھی اپنے برادران بزرگوار کی طرح کامل ہونگے +

اور لڑکئیں حضرت خواجہ صاحب کی تین تھیں۔ ایک نے ایام رضاعت ہی میں انتقال کیا۔ اور دوسری دختر نے پندرہ سال کی عمر کو پہنچکر آپ کے زمانہ حیات ہی میں انتقال کیا۔ آپ صاحب احوال وکشوف تھیں اور حضرت خواجہ صاحب آپ پر عنایات وتوجہات تمام رکھتے تھے۔ اور آپ کی تیسری دختر ابھی حیات ہیں اور صالحات سے ہیں۔ والسلام مع الاکرام +

فصل ۱۱

آپ کے خلفا و دیگر صاحبزادوں کے حالات

خواجہ میر محمد نعمان سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کے والد ماجد خدمت سید شمس الدین یحییٰ المعروف بہ میر بزرگ ہیں تقوئے طہارت۔ نسبت اور حضور وصفا میں مشاہیر وقت سے تھے اور بعض علوم نادرہ مثل جفر وتکسیر وغیرہ میں یگانۂ عصر تھے۔ مولد ومسکن آپ کا بلدہ کشم ہے جو بلاد بدخشان سے ہے۔ اور اُن کے والد امیر جلال الدین تھے۔ اور جد امجد سید حمید الدین علمائے پرہیزگار ومشاہیر روزگار سے تھے +

آپ کو لوگ میر بلبل کہتے تھے اس لئے جب آپ تلاوت قرآن مجید کرتے تھے تو آپ کے اثر تلاوت سے بلبلیں آپ کے گرد جمع ہوجاتی تھیں +

نسبت ارادت آمیر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک درویش موزہ دوز سے حاصل کی تھی۔ جو سلسلۂ عشق میں صاحب حالات وکرامات اور درویشان پوشیدہ حال سے تھے۔ سمرقند کی ایک خانقاہ میں رہتے تھے اور جہت کفاف موزے سیتے تھے اور بازار میں لاکر فروخت کیا کرتے تھے +

امیر بزرگ انہیں پیر روشن ضمیر کی ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ کو سمرقند کی جامع مسجد میں وجد آیا اور منبر کی اس جانب سے اس جانب جاگرے

اور باوجود کبر سنی کے آپ کو مطلق کوئی ضرب نہیں پہنچی۔ حالانکہ منبر قریباً دو قد آدم بلند اور اس کی نصف مقدار چوڑا تھا۔

آپ کے علاوہ امیر بزرگ شیخ قاسم کرمنی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی پہنچے ہیں۔ اور اُن کے نام سے آپ نے ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے۔ غالباً آپ نے اُس رسالہ میں اپنے شیخ کا نام آب زر سے لکھا تھا۔ جب شیخ نے ملاحظہ کیا۔ فرمایا۔ تم نے فقرا کا اکرام و احترام کیا، اللہ تعالے تمہیں معزز و مکرم کرے۔

حضرت میر بزرگ کسی وجہ سے اپنے وطن سے سمرقند چلے گئے تھے۔ بعد ازاں پھر اپنے وطن مراجعت کر آئے۔ جب آپ جانب وطن رخصت ہوئے، تو شاہزادہ محب العلما والفقرا محمد حکیم میرزا نے ایک نامہ بکمال نیازمندی آپ کی خدمت میں بھیجکر آپ کو کابل طلب کیا۔ جب آپ کابل پہنچے تو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کی ملاقات کی جب سلطان موصوف نے انتقال کیا اور اتفاق زمانہ سے اُن دیار کا حاکم ہنود سے مقرر ہوا۔ تو آپ نے حق تعالے سے دُعا کی کہ وہ آپ کو اب اپنی بارگاہ میں بلالے۔ چنانچہ آپ کی دُعا مقبول ہوئی اور ۹۹۴ھ ہجری میں آپ نے انتقال کیا۔

حضرت مُرشدی میر نعمان فرمایا کرتے تھے کہ میرا اعتقاد اپنے والد ماجد کے ساتھ یہ تھا کہ میں آپ کو عرفا و اولیا سے نہیں جانتا تھا۔

ایک روز ایک درویش صاحبدل نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک دن تمہارے والد ماجد کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا، میر نعمان سے کہو کہ تم ہمارے ساتھ اس قدر سست اعتقادی کیوں رکھتے ہو۔

مُرشدی میر نعمان کی ولادت شریف ۹۷۷ھ ہجری کو خاص سمرقند میں ہوئی آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والد ماجد نے حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا تمہارے گھر میں ایک سعادتمند پسر تولد ہوگا، اُس کا نام ہمارے نام پر رکھنا۔

آپ فرماتے ہیں کہ طفولیت کے زمانہ میں غور و فکر میں مجھے حیرت لاحق ہوا کرتی تھی۔ جب میں فقرا کی خدمت میں آیا اور مراقبہ وغیرہ سے اطلاع ہوئی تو معلوم ہوا

کہ وہ فکر اور حیرتیں بھی اس راہ کے شعبے ہیں +

آپ ابتدائے ایامِ شباب میں بلخ پہنچے اور معرفت آگاہ امیر عبد اللہ بلخی عشقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باشارۂ آپ کی انابت کے جب ہندوستان آئے تو آپ پر اس راہ کا شوق غالب تھا۔ بعض درویشوں سے آپ نے تعلیم اذکار حاصل کی۔ اور ہوتے ہوتے آپ کے طالع ہمایوں نے خواجہ فانی بحق باقی حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں پہنچایا +

آپ نے الطاف بسیار آپ کے شامل حال کئے اور ذکر و مراقبہ طریقہ نقشبندیہ سے مشرف کیا +

اس کے بعد آپ مع اپنے بہت سے خویشوں اور فرزندوں کے آپ کی خدمت میں فقر و فاقہ کے ساتھ بسر کرنے لگے +

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے بعض مخلص اُمرائے آپ سے التماس کیا کہ چونکہ بعض فقرائے خانقاہ کو فقر و فاقہ کی تکلیف بہت پہنچتی ہے۔ اس لئے اگر حکم ہو تو ہر ایک کا وظیفہ مقرر کر کے ہم سعادت دارین حاصل کریں۔ حضرت خواجہ صاحب نے چند افراد کے لئے یہ بات تجویز کی +

اسی وقت آپ سے کسی نے مرشدی محمد نعمان کا بھی آپ سے ذکر کیا اور بیان کیا کہ کثرت اہل و عیال کے باعث آپ کو بہت تکلیف رہتی ہے +

خواجہ صاحب نے آپ کے لئے اجازت نہیں دی اور فرمایا یہ ہمارے جزو بدن ہیں یعنی ہم اپنے جزو بدن کو ان امور کے نزدیک نہیں ہونے دینگے +

مرشدی میر نعمان فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں مجھ پر کچھ فقر و فاقہ گذرتا تھا آپ کے اس فرمان کے استماع اور آپ کی اس خاص عنایت سے مجھے رقت ہوئی اور خود رفتہ ہو گیا اور امیدیں بندھ گئیں +

مسجد فیروزی کے نیچے بہت سے مکانات ہیں جن میں قرنوں سے آدمیوں نے سکونت چھوڑ دی تھی اور ابابیل وغیرہ پرندوں کی بیٹ کی بدبو کی وجہ سے وہاں رہنا بھی مشکل تھا۔ بحکم حضرت خواجہ صاحب مع متعلقین کے میں وہاں رہا +

اس سکونت کے اثر سے آپ کی ہمشیرہ جو صالحات صاحب حالات و جذبات سے

تھیں بیمار ہو گئیں +

حضرت خواجہ صاحب کی والدہ ماجدہ اُن کی عیادت کو آئیں تو مکان کی بدبو کے باعث بیٹھ نہ سکیں۔ جب واپس گئیں تو خواجہ صاحب سے حال بیان کیا۔ اور فرمایا اے خواجہ من و اے نور دیدہ من! یہ لوگ مرید ہونے کے لیئے آئے ہیں مرنے کے لیئے نہیں آئے۔ آپ نے کہا اے والدہ ماجدہ یہ لوگ دعوے کے لئے نہیں آئے ہیں کہ ان امور سے گراں خاطر و ملول ہوں +

نیز آپ بیان فرماتے ہیں کہ چند روز بعض حالات سکریہ خلاف شرع مجھ پر غالب تھے ہر چند میں نے کوشش کی کہ دفع ہو جائیں لیکن دفع نہیں ہوئے۔ ناچار قصد کیا کہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں بیان کروں۔ جب میں مسجد میں پہنچا نماز جماعت طیار تھی میں ایک صف کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب اس صف کے دوسرے کنارہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ جونہی میری نظر آپ پر اور آپ کی نظر مجھ پر پڑی، یہ سکریات مجھ سے مسلوب ہو گئے +

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرض موت حضرت خواجہ صاحب میں ایک شب مجھے خدمتگاری و شب بیداری کا موقع ملا۔ اس شب آپ نے مجھ پر نظر ڈالی اُس نظر فیض اثر کا اثر مجھ پر طاری ہو گیا کہ جو کام مجھ سے وقوع میں آتا میں سوچ میں پڑ جاتا کہ آیا یہ کام رضائے الٰہی کے موافق ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہر ہر قدم پر میں کہتا کہ مطابق مرضی حق ہے یا غیر مرضی حق۔ جب واپس ہوتا اسی اندیشہ و فکر میں گم ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ وقت آپ کی رضا و تسلیم کا تھا اور اُس دریائے بیکران کا چھینٹا اس تشنہ لب کو پہنچا +

نیز آپ بیان کرتے تھے کہ جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ زندگی ہی میں حضرت خواجہ صاحب (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) کو اجازت ارشاد عطا فرمائی اور تمام مرید آپ کے حوالہ کر دیئے تو فرداً فرداً سب کو بُلا کر آپ نے رخصت کیا اور سب کی تربیت آپ کے سپرد کر دی۔ چنانچہ آپ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اُن کی موجودگی میں تم میری تعظیم نہ کیا کرو۔ بلکہ میری طرف توجہ بھی نہ کیا کرو +

اس ضمن میں آپ نے اس فقیر محمد نعمان کو بھی بُلایا اور فرمایا کہ اُن کی خدمت کو سعادت جان کر ان کے ملازم خدمت رہو۔ چونکہ بوجہ پیری اور بتقاضائے نفوس نفس میں

رعونت مُتمکّن تھی۔ عرض کیا کہ قبلہ! توجہ من درگاہِ جناب ہے۔ ہرچند کہ خواجہ صاحب بھی ہیں۔ آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ میاں شیخ احمد وہ آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اُن کے ضمن میں گم ہیں۔ کُل اولیائے متقدمین سے خال خال اُن جیسے گذرے ہونگے ٭

اس کے بعد مَیں نے آپ کے ساتھ اعتقاد درست کیا اور بہ نیاز تمام آپ کی خدمت میں پہنچا اور عجز و انکسار کر کے عنایت و توجہ کا التماس کیا۔ فرمایا۔ آپ میرے مریدوں سے ہیں۔ لیکن ابھی خواجہ صاحب کی خدمت ہی میں رہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کے بعد جب ہمارے خواجہ صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ تو سیّدی مرشدی میر محمد نعمان نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ مشتمل بر شکستہ دلی، غربت و بے نصیبی و بے استعدادی ارسال کر کے فرمایا کہ خواجہ صاحب کے انتقال کے بعد اب میرے لئے بجز جناب کے کوئی چارہ و وسیلہ نہیں کہ مَیں اولادِ سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت رکھتا ہوں بصدقہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھ پر ترحّم فرمائیں ٭

آپ اس مکتوب کے مطالعہ سے نہایت آبدیدہ ہوئے اور فرمایا میاں میاں مت کرو، خواجۂ ما رضی اللہ عنہ حاضر ہیں انشاء اللہ خوب گذریگی ٭

نیز حضرت خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ میں سے میاں صاحب کو ہمارے ساتھ نسبت دیگر حاصل ہے ٭

بالجملہ حضرت خواجہ صاحب سیّدی مرشدی میر نعمان کو سلک ارادت میں داخل کر کے سرہند لائے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کے درِ دولت پر کئی برسیں گذاریں اور دیکھا جو کچھ کہ دیکھا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحب کو ایک وقت ضعف لاحق ہوا اور یہ خیال کہ شاید مرض آخر مرض ہو۔ اور غلبات ضعف کی وجہ سے امانت خواجگان رضی اللہ عنہم اہل امانت کو سپرد کرنے کا موقع نہ ملے۔ اس لئے آپ نے ارادہ کیا کہ آپ اپنے خاص اصحاب کو اس نسبت شریفہ کا القا کریں۔ تو آپ نے دیکھا کہ اس بار کا تحمل بجز مخدوم زادہ بزرگ خواجہ محمد صادق اور مرشد میر محمد نعمان سلمہ اللہ کے اور کوئی نہیں کر سکتا چنانچہ بعض احوال مناسبہ حسب استعداد ان دونوں عزیزوں کے آپ نے افاضہ فرمائی ٭
اس کے بعد آپ کو صحت کامل نصیب ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان نسبتوں کے

تملق ہونے کا سر یہ تھا کہ بعض دیگر احوال عظیمہ بھی مجھ میں ودیعت کئے گئے ہیں اور ان کا ورود ان نسبتوں کے اعطاء پر موقوف تھا۔

پھر چند عرصہ کے بعد ہدایت وارشاد طلبہ کے لئے مرشدی میر محمد نعمان کو آپ نے برہان پور رخصت کیا اور یہ اجازت نامہ تحریر فرمایا:-

هُوَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْکِرَامِ وَبَعْدُ فَاِنَّ الْاَخَ الصَّالِحَ السَّالِکَ طَرِیْقَةَ اَهْلِ اللّٰهِ الْعَارِفَ بِاللّٰهِ السَّیِّدَ الْکَامِلَ مُحَمَّدَ نُعْمَانَ وَفَّقَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّانَا لِمَرْضَاتِهٖ لَمَّا دَخَلَ بِتَوَسُّطِ هٰذَا الْفَقِیْرِ فِیْ سِلْکِ اِرَادَةِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِیَّةِ وَسَلَکَ طَرِیْقَتَهُمُ الْعَالِیَةَ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ وَظَهَرَ مِنْهُ الْاِنْتِفَاعُ لِلطَّلَبَةِ اَجَزْتُهٗ بِتَعْلِیْمِ طَرِیْقَةِ هٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ لِلطُّلَّابِ وَشَرْطُ الْاِجَازَةِ الْاِسْتِقَامَةُ عَلَی الشَّرِیْعَةِ وَالثَّبَاتُ عَلَی الطَّرِیْقَةِ وَالْحَقِیْقَةِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔

آپ دو دفعہ برہان پور گئے ہیں۔ لیکن چونکہ اس وقت شیخ محمد فضل اللہ و شیخ عیسٰے جیسے صاحب حال وقال شہر میں موجود تھے اس لئے آپ کے طریقہ نے ترویج نہیں پائی۔ اور خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں مراجعت کر آئے۔ اور حقیقت حال عرض کی۔

خواجہ صاحب نے تیسری دفعہ پھر آپ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ اب کی دفعہ ایسا نہ ہوگا۔

چنانچہ اب کی دفعہ جب آپ شہر برہان پور پہنچے تو آپ کی مجلسیں اس قدر گرم ہوئیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ دور سے بھی آپ کی مجلس دیکھ لیتے تو یکایک ان کے دلوں میں جذبہ و حالت پیدا ہو جاتی اور غلبۂ شکر کے باعث کپڑے چاک کرنے لگتے اور مرغ بسمل کی طرح خاک پر لوٹنے لگتے۔ یہاں تک مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کبھی کبھی تیس تیس چالیس چالیس تن زمین پر پڑے ہوئے ہوتے۔ اور مولانا قاسم تبریزی کا یہ مصرع ان کے حسب حال ہو گیا ع

در میان شہر و در ہر گوشہ غوغائے اوست

یہ حالت دیکھ کر بعض مشائخ وقت کے مرید بھی آپ کے حلقہ استفاضہ میں داخل ہوئے۔ بہت سے مفسدین صلاح کو پہنچے۔ اور بہت سے ہوشیاروں نے بادۂ بیخودی جذبہ نوش جان کیا +

اسی اثنا میں خواجہ صاحب کا ایک عنایت نامہ آپ کے نام پہنچا۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ "ایک روز نماز صبح کے بعد دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور ظلمات و کدورات محسوسہ کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ تمہارا ہلالِ کمال بدر کامل ہو گیا۔ اور جو کچھ آفتاب ہدایت میں ودیعت رکھا تھا اُس میں منعکس ہو گیا۔ حتےٰ کہ جانب کمال میں کوئی توقع و انتظار باقی نہیں رہا الا ان یتسع الظرف بعد ذلک و یاخذ بقدر وسعہ شیئا فشیئا عرصہ طویل تک اس کی صورت مثالیہ نظر میں محفوظ رکھی۔ یہاں تک کہ اس پر یقین حاصل ہوا۔ الحمد للہ سبحانہ والمنۃ علےٰ ذلک +

اس دولت کا حاصل ہونا اُس خواب کی تعبیر ہے جو آپ نے دیکھا تھا اور اُس کے حصول کے لئے مبالغہ کے ساتھ آپ سوال کرتے تھے للہ سبحانہ الحمد والمنۃ۔ آپ کا قرض تمام ادا ہوا۔ اور وعدہ ایفا کیا گیا۔ اُمید ہے کہ تکمیل باندازہ اس کمال کے حاصل ہوگی اور دشت و بیابان آں دیار آپ کے وجود شریف سے منور ہونگے انتہےٰ +

ہر قوی وضعیف پر آپ کے حضور صحبت کی سرایت کا کیا حال لکھوں۔ آپکے عنصر لطیف اور آپ کے الطاف و اعطاف کا جو اس ناچیز کے شامل حال ہیں کیا عرض کروں +

ابتدائے تعلیم میں اس ناچیز نے تجدید توبۂ انابت آپ ہی کی خدمت میں آپ ہی سے تعلیم ذکر سلسلہ طریقت اخذ کی۔ آپ ہی کے یُمن صحبت کا اثر ہے کہ فقیر نے سپاہیانہ وضع و قطع سے شیوۂ اہل خانقاہ اختیار کیا +

آپ کے ہی توسط سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا اور بقدر اپنی قابلیت و استعداد آپ کی توجہات و عنایات سے مستفیض ہوا۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء و سلمہ اللہ علےٰ رؤس الاحباء +

اب اُمیدوار اس امر کا ہوں کہ بموجب اقتضاء صادق جو آپ نے دیکھا۔ ان

بزرگان دین اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ اور اُس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قبولیت نصیب ہو، وہ واقعہ یہ ہے:-

آپ نے بیان کیا کہ مَیں نے جامع مسجد برہان پور میں مع خلفائے کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جوں ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی آنحضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص مقبول شیخ احمد ہے ہمارا اور حق سبحانہٗ و تعالےٰ کا مقبول ہے۔ اور جو شخص کہ مردود شیخ احمد ہے وہ مردود ما و حق سبحانہٗ و تعالےٰ ہے +

مرشدی میر نعمان فرماتے ہیں کہ جوں ہی مَیں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام مبارک سُنا، تو مَیں اس کا نہایت شکر بجا لایا کہ مَیں مقبولین حضرت خواجہ صاحب سے ہوں۔ اور مقبول حق سبحانہٗ و مقبول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ آپ نے میرے مافی الضمیر سے مطلع ہو کر فرمایا کہ تمہارے ردّ و قبول کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے +

ایک روز آپ نے بضمن اس کے کہ آرزو و آلام سالکین اُن کی کشائش حال کے موجب میں بیان فرمایا کہ ایک روز میں برہان پور کی جامع مسجد کے چبوترے پر سے جو قد آدم اُونچا تھا گر پڑا اور میرا ہاتھ شکستہ ہو گیا۔ لیکن یہ وہ معاملہ تھا کہ جس کی مجھے آرزو کی تھی۔ اس لئے مَیں نہایت مسرور ہوا اور اُس کے شکریہ میں مَیں نے حلوا پکوایا اور اعتقاد یہ تھا جو شخص یہ حلوا کھائیگا بہشت میں داخل ہوگا +

ایک روز آپ نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جن دنوں مَیں آپ کی خدمت شریف میں رہتا تھا، ایک روز حلقۂ مراقبہ میں دیکھا کہ تمام کائنات گویا ایک خیمہ ہے اور تمام خلائق اس خیمہ کے نیچے ہے اور تمام متصدیان مہمات اور کارخانۂ ظہور بھی اسی کے نیچے ہیں۔ اور اس کے درمیان ایک روزن ہے۔ اس روزن میں سے آپ نگاہ کرتے جاتے ہیں۔ اور جو لوگ اس خیمہ کے نیچے ہیں وہ بھی اس روزن کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہیں اور یہ لوگ آپ کا اشارہ سمجھ کر اُس کے مطابق عمل کرتے جاتے ہیں +

اس کے بعد آپ نے بیان فرمایا کہ کئی ایک کو فقیر بھی جانتا ہے کہ آپ کی برکت صحبت سے قطبیت کے درجے کو پہنچے ہیں +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ایک روز میں سیدی مرشدی کی خدمت میں حاضر تھا آپ اپنے ایک مرید کے گھر مہمان گئے ہوئے تھے۔ آپ نے میزبان کو تاکید کی کہ کھانا کمال احتیاط اور حلال سے طیار کرائیں۔ میزبان نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شور ہونے لگا کہ جو بکری ذبح کی تھی اس پر اس کثرت سے کیڑے آن پڑے کہ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے اس قدر گوشت کھا لیا کہ ہڈ میں نظر آنے لگیں اور عجب تر یہ کہ ذبیحہ بھی نزدیک تھے ان میں سے کسی کی طرف بھی وہ راغب نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ذبیحہ وجہ حلال سے نہیں تھا۔ اس کی تحقیق کیجائے۔ چنانچہ جب تفتیش کی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کے ایک دوست نے جو کسی عہدہ پر تھا یہ بکری رعایا سے لیکر اپنے اس دوست کے گھر بھیجدی تھی۔ اور اُس نے کثرت مہمانوں کی وجہ سے یہ بکری ذبح کی تھی +

اگرچہ آپ نے تحصیل علوم ظاہری کم ہی کی تھی۔ تاہم حقائق اس طائفہ علیہ اور بالخصوص حضرت خواجہ صاحب کے اسرار و معارف کے ادراک بصیرت تام رکھتے +

حضرت خواجہ صاحب نے بھی اکثر مکتوبات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ کے بہت سے سوالوں کے ان مکتوبات میں جواب دئے ہیں۔ چنانچہ اُن مکتوبات میں سے کئی ایک کو دوازدہ برکات کے ضمن میں نقل کرتا ہوں +

۱
ب

کثرت طلاب اور اُن کی ترقیات کے بارے میں جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اس میں بحکم اَکْثِرُوا اِخْوَانَکُمْ فِی الدِّیْنِ بہت سی اُمّیدوارئیں ہیں۔ اور آیہ کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ بھی اس کی موید ہے۔ لیکن چاہئے کہ مدنظر اپنے احوال و اعمال رہیں اور اپنی حرکت و سکون ملحوظ۔ مُبادا کہ ترقیات و کثرت مریدین پیروں کے توقفات کا باعث ہو جائے۔ اور مسترشدوں کی حرارت مرشدوں کے کارخانہ میں برُودت پیدا کرے۔ اس سے ترساں و لرزاں رہنا مریدوں کے احوال و مقامات سے مُباہات و مفاخرت کی جائے۔ مُبادا کہ راہ عُجب و غرور کشادہ ہو جائے بلکہ چاہئے کہ بحکم الحیاءُ شعبۃٌ من الایمان مریدوں کی ترقیات باعث شرمندگی و شکستگی ہونا چاہئے۔ اور حرارت طلب طالبان موجب غیرت و عبرت۔ اپنے اعمال و نیات کو

ہمیشہ قصور و کوتاہی پر منسوب کرنا چاہیے اور ہر وقت لسان حال سے کلمۂ ھل من مزید کا ورد کرنا چاہیے ۔

۲

اے برادر مکرّم آپ کو لکھا گیا ہے کہ مدار اس طریق کا دو اصلوں پر ہے۔ ایک استقامت شریعت پر کہ ادنےٰ ترک ادب پر راضی نہیں ہونا چاہیے۔ دوم رسوخ و ثبات بر محبت و اخلاص شیخ طریقت، بحدیکہ اس پر اعتراض کرنے کی مجال وطاقت نہ رہے بلکہ اس کے جمیع حرکات و سکنات محبوب و پسند نظر آئیں اگر بعنایت حق سبحانہٗ وتعالےٰ ان دونوں اصلوں پر استقامت حاصل ہے تو سعادت دنیا و دین حاصل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔

۳

ایک دفعہ آپ نے دریافت کیا تھا کہ جو اسما مبادی تعیّنات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ وہی اسما اولیائے کرام کے بھی مبادی تعیّنات ہیں۔ اور اگر ہیں تو پھر فرق کیا ہے؟

آپ نے تحریر فرمایا کہ اے عزیز مبادی تعینات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کلیات اسما ہیں۔ اور مبادی تعیّنات اولیا جزئیات اسما ہیں۔ جو ان کلیات کے تحت میں مندرج ہیں۔ اور جزئیات اسماسے وہی اسما ہیں جو بقیدے از قیود ماخوذ ہیں جیسے ارادہ مطلق و ارادہ متعلقہ بہ شے۔ چونکہ اولیائے کرام کی ترقی بواسطۂ متابعت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام واقع ہوتی ہے۔ اس لئے بایں قیدوہ ان سے ملحق ہیں۔ اس فرق کو میں نے بعض مکتوبات میں بہ تفصیل بیان کیا ہے۔ آپ اس میں ملاحظہ کریں۔

۴

عمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، دو نوع پر تھا۔ ایک بر سبیل عبادت دوم بطریق عرف و عادت۔ جو عمل کہ بر سبیل عبادت تھا۔ اس کے خلاف عمل کو ہم بدعت سیئہ جانتے ہیں۔ اور اس سے منع کرنے میں مبالغہ بسیار کرتے ہیں۔ کیونکہ دین میں نئی بات پیدا کرنی ممنوع و مردود ہے۔ اور جو عمل کہ مبنی بعرف و عادت تھا اس کے خلاف کو بدعت سیئہ نہیں جانتے۔ اور اس سے منع کرنے میں مبالغہ بسیار نہیں کرتے

کیونکہ اس کو دین سے (زیادہ) تعلق نہیں۔ بلکہ اس کا عدم وجود عرف وعادت پر مبنی ہے نہ دین وملت پر۔ چنانچہ بعض بلاد کا عرف بعض بلاد کے خلاف عرف ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ایک ہی شہر میں بلحاظ تفاوت ازمنہ تفاوت عرف واقع ہوتا ہے مع ذالک۔ عرف وعادت میں بھی رعایت سنت نبویہ علٰے صاحبہا الصلٰوۃ والسلام مثمر نتائج ومنتج سعاوات دنیوی واخروی ہے ؛

۵

ایک دفعہ آپ نے حصول ووصول کا فرق دریافت کیا تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ "اے برادر حصول باوجود بُعد کے بھی متصور ہو سکتا ہے اگرچہ وصول متعذر رہتا ہے۔ مثلاً عنقا کا بصورت مخصوصہ ذہن میں تصور کریں تو کہ سکتے ہیں کہ ہماری قوت مُدرکہ میں اس کا تصور حاصل ہوا۔ لیکن وصول متحقق نہیں ہے۔ کیونکہ ظلیت عبارت ہے ظہور شے سے اور وصول ظلیت کو نہیں چاہتا فافترقا ؛

۶

اس نعمتِ عظمٰے کا شکر کس زبان سے ادا کروں کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے ہم فقرا کو تصحیح عقائد کے موافق مسلک اہل السنۃ والجماعت شکر اللہ تعالےٰ سعیہم کے بعد سلوک طریقہ علیہ نقشبندیہ سے مُشرف اور مریدان ومنتسبان اس خاندان بزرگ سے کیا۔ فقیر کے نزدیک اس طریقہ میں ایک قدم رکھنا دوسرے طریقوں میں سات قدم رکھنے کے برابر ہے۔ جو راہ کمالات نبوت بطریق تبعیت ووراثت کشادہ ہوئی ہے۔ اس طریق عالیشان سے مخصوص ہے۔ اس طریقہ کے منتہی ان کمالات کو بطریق تبعیت نصیب کامل پاتے ہیں اور مُبتدی متوسط اس طریقہ کے منتہیانِ اس طریقہ سے محبت تمام رکھتے ہیں اور امید ہے کہ یہ محبت بحکم المرء مع من احب دُور افتادگان کے لئے بشارت ہے۔ خائب وخاسر وہ شخص ہے جو اس طریقہ میں داخل ہے لیکن اس طریقہ کی مراعات نہیں کرتا۔ بلکہ اس طریقہ میں امور محدثہ اختراع کرتا ہے اور اپنے خوابوں اور وقائع پر اعتماد کر کے برخلاف اقدام کرتا ہے اس صورت میں اس طریق کا کیا قصور بلکہ خود اس کا قصور ہے ؛

۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر نفی و اثبات بہتر ہے یا تلاوت و نماز بطول قرأت
آپ نے تحریر فرمایا کہ ذکر نفی و اثبات وضو کی طرح ہے کہ وضو نماز کے لئے شرط ہے جب تک طہارت نہ ہو نماز درست نہیں۔ اسی طرح جب تک کہ معاملہ نفی انجام کو نہ پہنچے فرائض و واجبات اور سنن کے سوا جو کچھ کرتا ہے عبادات کرتا ہے۔ پہلے اپنے مرض کا ازالہ کرنا چاہیئے جو ذکر نفی و اثبات سے مربوط ہے اس کے بعد عبادات و حسنات غذائے صالحہ کا حکم رکھتی ہیں۔ مرید کو چاہیئے کہ اول ازالہ مرض میں مشغول ہو۔ اور اگر پہلے سے جو غذا تناول کریگا فاسد و مفسد ہے ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود

۔

حقائق ممکنات اس فقیر کے علم میں عبارت عدمات سے ہیں کہ منشاء ہر شر و نقص ہیں مع عکوس صور علمیہ اسماء و صفات الٰہیہ جل شانہٗ کہ ان عدمات میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، غایت مافی الباب یہ ہے کہ وہ عدمات ہیولٰے (مادّہ) کے رنگ میں ہیں۔ اور عکوس جو صورت کے رنگ میں ہیولے میں ظاہر ہوئے ہیں۔ تشخصات و تمیزات عکوس ہیں انہیں عدمات کے متمیزہ کے ساتھ ان عکوس کا قیام ہے لیکن یہ قیام اس قسم کا نہیں جس طرح عرض کا قیام جوہر کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ قیام صورت بہ ہیولے کی مانند ہے کہ تحقق ہیولے صورت پر موقوف ہے۔ چونکہ بتوفیق حق سبحانہٗ و تعالٰے سالک بذکر و مراقبہ بجناب قدس خداوندی متوجہ ہوتا ہے۔ اور ساعت بساعت ماسوائے سے اعراض کرتا جاتا ہے۔ وہ عکوس صور علمیہ اسماء و صفات ذات واجب تعالٰے جل سلطانہٗ ہر آن میں قوت و غلبہ پیدا کرتے جاتے ہیں اور اپنے قرین پر کہ عدمات ہیں استیلا و تسلط پا لیتے ہیں اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ معاملہ وہاں تک پہنچتا ہے کہ عدمات جو عکوس کے لئے اصل و ہیولے کی طرح تھے رو باستتار کرنے لگتے ہیں بلکہ تمامہا نظر سالک سے مختفی ہو جاتے ہیں اور بجز عکوس اصول اور اصول اصول خود اس کی راہ میں اپنے نہیں پاتے بلکہ عکوس بھی جو کہ مراعایا اصول خود ہیں نظر سے مختفی ہو جاتے ہیں کیونکہ مراعایا کو بجز اقتضا کے کوئی چارہ نہیں

اور یہ مقام مقام فنائے اعلےٰ ہے ٭

ب ۹

جب انسان کامل بعد از تمامی سیر کو بھی تمام کر لیتا ہے اور دائرہ ظہور عکوس اسما وصفات کہ مربوط بسیر فی اللہ ہے انجام کو پہنچتا ہے ، تو اب وہ اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ معشوق باصالت بے شائبہ ظلیت و بے توہم حالیت و محلیت اُس میں ظہور کرے ۔ اور چونکہ صفات ذاتیہ معشوق کو صفات حق سبحانہٗ وتعالےٰ سے انفکاک نہیں ہے ناچار ظہور ذات مع الصفات عین عاشق کی ذات میں ہوتا ہے ۔ اور (مقام) قوسین حاصل ہوتا ہے کہ قوس صفات و قوس ذات ہے اور یہ مقامات اعلےٰ مقامات قاب قوسین سے ہے جو ظہور اصلی سے متعلق ہے ۔ بے شائبہ ظلیت اگر بعنایت حق سبحانہٗ وتعالےٰ عاشق صادق کو کمال گرفتاری ذات معشوق کے پیدا ہو بحدیکہ اسم وصفت سے کچھ نہ چاہے ۔ اُس وقت بفضل خداوند جل سلطانہٗ اسم وصفت تمام اُس کی نظر سے اُٹھ جاتی ہے ۔ اور بجز ذات کے کوئی چیز اُسے ملحوظ و مشہود نہیں ہوتی ۔ ہر چند کہ صفات موجود ہوں لیکن اُسے مشہود نہیں ہوتیں ۔ اور ہر چند کہ صفات نہ ہوں اس حال میں سر اَوْ اَدْنیٰ ظہور میں آتا ہے اور قوسین سے کچھ باقی نہیں رہتا ٭

ب ۱۰

آپ کو معلوم ہے کہ ہر شے اپنی ماہیت کے ساتھ شے ، شے ہے ۔ اور ثبوت ماہیت اُس شے کے لئے جعل جاعل کی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ نفس شے کے لئے ثبوت ضروری ہے ۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ جعل نفس ماہیات میں ثابت نہیں ہے اور ماہیات مجعول نہیں ہیں ۔ جعل جاعل ماہیات کے وجود کے ساتھ متصف ہونے کے لئے درکار ہے ۔ فعل صبّاغ کپڑے کے رنگنے میں ہے کپڑے کو کپڑا بنانے میں نہ رنگ کو رنگ بنانے میں ۔ کیونکہ یہ محال ہے ۔ اس لئے کہ تحصیل حاصل ہے ۔ پس جعل نفس شے میں نہیں ہوا ، بلکہ اتصاف بوجود میں ہوا ۔ پس ثابت ہوا کہ شے اپنی ماہیت کے ساتھ شے ہے اور یہ نظر کشفی ظل شے اور عکس شے میں مفقود ہے کیونکہ عکس و ظل شے اپنی ماہیت ظلیہ و عکسیہ کے ساتھ ظل و عکس نہیں ہے ۔ بلکہ اپنی ماہیت

اصلیہ کے ساتھ ظل وعکس ہوتا ہے کیونکہ ظل ماہیت نہیں رکھتا۔ اور وہی ماہیت ہی اصل ہے کہ اپنے ظل کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ پس نفس شے سے بہ نسبت ظل کے اصل اقرب ہوتی ہے۔ کیونکہ ظل اصل کے ساتھ ظل ہے نہ بنفس خود۔ اور چونکہ عالم ظلال وعکوس افعال ذات واجب تعالیٰ جل سلطانہٗ ہیں، ناچار افعال کہ اصول عالم ہیں ایک عالم کی نسبت دوسرے عالم سے اقرب ہیں۔ اسی طرح جب افعال ظلال وصفات ذات واجب تعالیٰ ہیں، ناچار صفات ایک عالم دوسرے عالم اور اصول عالم کے کہ افعال ہیں، اقرب ہونگے کہ اصل الاصل ہیں۔ پھر اسی طرح صفات بھی ظلال حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہیں اور ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ اصل جمیع اصول ہے تو لامحالہ ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ ایک عالم کی نسبت دوسرے عالم اور خود افعال وصفات ذات واجب تعالیٰ سے اقرب ہوگی۔ یہ بیان ہے اقربیت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا جو حیز تحریر و بیان میں آسکا +

۱۱

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ جب کہ اشیائے ظلیہ اپنی ماہیت کے ساتھ اشیا نہیں ہیں بلکہ ماہیت اصلیہ خود قائم ہوتی ہے۔ تو اب چاہیئے کہ مشارٌ الیہ اشیا لفظ ھو، انت، انا کے ساتھ وہی اصل ہوئی۔ تو اس وقت بعض صفات جو اصل کے ساتھ نامُلائم ہیں جیسے اَنَا اٰکِلٌ اور اَنَا نَائِمٌ اُن کے ضمائر پر کیونکر صادق آئینگے +

آپ نے تحریر فرمایا۔ معلوم ہو کہ ظل فی الحقیقت ہر چند کہ اپنے اصل کے ساتھ قائم ہے۔ لیکن ثبوت ظلیت اگرچہ مرتبہ حس وخیال میں ہی ہمیشہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور اُس کے احکام ظلیت کے لئے دوام وبقا ہے اور خلقہم للابد اس کا گواہ ہے اُن صفات کا حمل اُن کے ضمائر پر بملاحظہ اعتبار ظلیت روا ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ وجود کا حکم جداگانہ ہے۔ اور جو کچھ کہ ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ میں ہے۔ حق سبحانہٗ جل وعلیٰ کے ساتھ ہے +

۱۲

معلوم ہو کہ مراتب عروج جس وقت تک کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں اور ایک اصل سے دوسرے اصل تک جاسکتے ہیں یہ کمالات داخل دائرہ ولایات ہیں

اور جب یہی برطرف ہو جائیں تو تفصیل گم ہو جاتی ہے اور معاملہ اجمال و بساطت صرفہ پر پڑتا ہے۔ اور شروع کمالات نبوت میں ہوتا ہے۔ ہرچند کہ اس مرتبہ میں بھی وسعت ہے ان اللہ واسع علیم لیکن وہ وسعت، وسعت دیگر ہے اور اگر تمیز ہے تمیز دیگر زیادہ ازیں چہ نویسد کہ دریابد رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا

شیخ طاہر لاہوری سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کبار اصحاب حضرت خواجہ صاحب سے ہیں اور صاحب ریاضات شاقہ ومجاہدات شدیدہ ہیں کرامات ظاہرہ وخوارق باہرہ اور مناقب فاخرہ سے متصف ہیں ماہر علوم و حافظ قرآن ہیں +

تحصیل علوم وفنون کے بعد آپ کو سلوک طریقت کا شوق دامنگیر ہوا۔ اور آپ کے آستانہ پر پہنچایا۔ کیونکہ آپ غایت تشرع کے باعث ایسے مرشد کے جویاں تھے کہ جو علم وعمل اور متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں یگانہ وقت اور اشہر ہو چونکہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ سرآمد اولیائے وقت تھے۔ اس لئے آپ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کئی سال انکسار وافتقار کے ساتھ در دولت پر گذارے۔ چنانچہ اس وقت خانقاہ میں ظاہرا خاکساری و بیقداری میں سالکوں میں سے آپ کے برابر کوئی نہ تھا۔ چنانچہ بعض اوقات درویشوں سے کہتے تھے کہ جاروب کش کو منع کردیں کہ یہ خود اس کی بجائے صفائی کا کام کیا کرے +

نیز آپ خدمت تعلیم صاحبزادوں میں بھی سعی بلیغ کرتے تھے۔ چنانچہ مخدوم زادہ بیان کرتے تھے۔ کہ حضرت شیخ طاہر کے حقوق اس قدر ہمارے ذمہ ہیں کہ ہم کسی طرح اُن کے شکریہ سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے۔ جزاہ اللہ عنا خیرا لجزا +

خود خواجہ صاحب نے بھی ایک روز بیان فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ محمد یحییٰ کو شیخ طاہر کے سپرد کردوں تاکہ وہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح اُن کے یُمن وبرکات سے عالم باعمل ہوں۔ لیکن ان کا وہ دماغ کب ہوگا +

باوجود اس علمیت کے آپ پر خواجہ صاحب کا رُعب اس قدر غالب تھا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو امامت کرنے

کے لئے فرمایا۔ اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ اور اعضا لرزنے لگے اور خوف و ہیبت کے باعث باوجود حافظ قرآن اور عالم ہونے کے لحظہ بلحظہ آواز گلے میں بیٹھتی جاتی تھی۔ غرض آپ اس دولت انکسار اور ادب و خدمت بلکہ بیمن نظر اکسیر خاصیت حضرت خواجہ صاحب پہنچے جہاں تک کہ پہنچے +

لیکن اثنائے راہ سلوک میں بحکمت حضرت حق سبحانہٗ بلیۂ عظمٰے رونما ہوئی مجملاً اُس کا بیان اس طرح ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ حلقۂ ذکر سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ اس حلقہ میں مَیں نے دیکھا کہ ایک پیشانی پر لفظ شقی لکھا ہُوا ہے۔ تمام دوستوں پر ہیبت عظیم غالب ہوئی اور ہر ایک شخص لرزنے لگا۔ اور یہ شخص شیخ طاہر تھے +

چنانچہ اس کے بعد آپ سے عجیب عجیب لغزشیں ظہور میں آئیں۔ بعد ازاں حضرت خواجہ صاحب نے آپ کے حق میں دُعا کی۔ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض کرم آپ کی دُعا قبول فرمائی۔ چنانچہ آپ نے اجازت نامہ میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ایک مکتوب میں بھی قضائے مُعلق وقضائے مُبرم کا بیان کرتے ہوئے اس واقع کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے +

ب

جب مَیں رفع اس بلیۃ کی طرف متوجہ ہُوا۔ تو مَیں نے لوح محفوظ میں اس کو مُعلق بامرنہ دیکھا۔ قضائے مُبرم جانکر حیرت ہوئی۔ کیونکہ آثار و اخبار اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ قضائے مُبرم میں تغیّر نہیں ہو سکتا +

اس وقت مجھے کلام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ یاد آیا کہ قضائے مبرم میں کسی شخص کو تصرف حاصل نہیں مگر مجھے +

اس لئے مَیں نے دعا کی کہ اے پروردگار! جب اولیاء اللہ میں سے ایک کو بھی یہ دولت مُیسر ہوئی تو مَیں بھی اُمیدوار ہوں۔ چنانچہ مَیں نے الحاح کیا اور میری دُعا اجابت کو پہنچی اور اس سر کی معرفت بھی عطا فرمائی کہ قضائے مُعلق بھی دو قسم پر ہے ایک وہ لوح محفوظ میں اُس کی تعلیق مسطور ہے اور ایک وہ کہ اُس کی تعلیق ہمارے علم میں ہے۔ یہ قضیہ اور وہ واقع جس میں ہم نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو تصرف

عطا کیا، اس قسم ثانی میں داخل ہے اور بصورت مبرم ہے۔ انتہےٰ ماحصل من کلامہ الشریف +
ایک روز گری کار وغلبۂ حال کے زمانہ میں شیخ موصوف کی زبان سے نکلا کہ
اگر آپ میرے احوال سلب کرنا چاہیں تو نہیں سلب کر سکتے، کیونکہ میں فانی ہوگیا ہوں
اور اس گروہ کا اتفاق ہے کہ الفانی لا یُرَدّ +

کسی نے آپ کا یہ شطحیہ خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔
آپ جلال میں آئے۔ اور شیخ موصوف کے احوال سلب کر لئے۔ شیخ بصد اضطراب
چوں ماہئے بے آب تڑپنے لگے اور بہت سے دوستوں سے سفارش کرائی۔ تو آپ
نے انہیں معاف کیا اور پھر انہیں اُن کی نسبت تک پہنچایا +

بالجملہ بعد التیّا والتی خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے شیخ موصوف کو احوال عالیہ
سے سرفراز کر کے بطریق خلافت طریقہ علیہ نقشبندیہ لاہور رخصت کیا۔ اور طریقہ قادریہ
کی بھی آپ کو اجازت دی۔ چنانچہ آپ لاہور آکر تعلیم و تربیت طالبین میں مشغول
ہوگئے۔ اور ایک جماعت کثیر آپ کے افاضات و برکات سے بہرہ ور ہوئی +

اس جگہ میں آپ کے چند عرائض بھی نقل کرتا ہوں جن سے آپ کے احوال
و برکات وافرہ کا پورا پتہ لگتا ہے +

ا

عرض خدمت ہے کہ جب سے آستانہ علیہ سے رخصت ہو کر جانب پنجاب
متوجہ ہوا ہوں ہر قدم پر کہتا ہوں کہ اے نادان تو اپنا مقصد تو پیچھے چھوڑ کر کہاں
جاتا ہے۔ لیکن غیب سے آواز پہنچتی تھی کہ چلے چلو۔ بالجملہ کشاں کشاں لاہور پہنچا
تو ایک مسجد کے گوشہ میں جا کر حیران و پریشان بیٹھ گیا۔ روحانیت حضرت خواجۂ بزرگ
قدس سرہٗ ظاہر ہوئی۔ اور کہا کہ جس کام کے لئے فرمایا ہے اُس کے درپے تحصیل ہونا
چاہئے۔ لہٰذا امتثالاً لامرہ وامرکم الشریف چند ایک کو مشغول کیا۔ ان کے
درمیان ایک نوجوان بلند استعداد بھی آیا۔ جس کے تمام بدن میں بمجرد شغل کے
نسبت سرایت کر گئی اور سر سے قدم تک آگاہ ہوگیا۔ دوسرے طالبوں نے بھی
جمعیت و حضور حاصل کیا +

بعض حاسدوں نے جناب کے مقامات خصوصاً مقام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ

تعالےٰ عنہ کا بیان درمیان میں لاکر زبان طعن دراز کی ہوئی ہے۔ مولانا حامد جناب کے اُس مکتوب کو جس میں اُس مقام کا بیان ہے مولانا عبدالسلام کے پاس لیکر گئے مولانا نے اُس مکتوب کے مطالعہ کے بعد فرمایا کہ اس پر کوئی اعتراض واقع نہیں ہو سکتا علاوہ اس کے آپ نے جناب کے ساتھ حُسن ظن بھی پیدا کیا۔ اور حاسدوں کی زبان بند ہوگئی +

۲ ب

جناب عالی سگان آں درگاہ کو مجھ جیسے ناقابلوں کی مریدی سے ہزار عار ہو چہ جائیکہ میں اپنے آپ کو بندگان آستانہ جناب سے شمار کروں۔ کیونکہ جو کچھ اُس طرف سے ہے محض خیر ہے اور جو کچھ ہماری طرف سے ہے شر محض ہے۔ پس ہم جیسے ناقابلوں کو اُس عتبۂ علیہ سے کیا نسبت لیکن چونکہ خاک مذلت سے اٹھایا ہے۔ گستاخی کر کے عرض حال کرتا ہوں۔ قبلہ گاہا نسبتہائے طرق ثلثہ جلوہ گر ہیں۔ اُن کے مشائخ فوج فوج تشریف لاتے ہیں۔ اور الطاف کثیرہ فرماتے ہیں خصوصاً حضرت خواجہ بزرگ۔ حضرت غوث الثقلین اور حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نیز حلقۂ ذکر و نماز تراویح میں جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مع کئی ہزار صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور مع بہت سے مشائخ کرام کے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور الطاف بسیار شامل حال فرماتے ہیں +

ان وقائع کے ضمن میں کئی کئی دفعہ عروج و نزول واقع ہوا۔ بعد طے مقامات کثیرہ میں نے اپنے آپ کو روضۂ منورہ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پایا ہے۔ بعدازاں روضۂ مبارک کو اپنی منزلوں میں دیکھا۔ بعدازاں جو نور کہ روضۂ اقدس سے ساطع و لامع ہے اُس کی حقیقت سے بھی مشرف کیا اور کئی دفعہ ایسا واقع ہوا۔ بعدازاں ظاہر ہوا کہ حجاب تمام مرتفع زائل ہوگیا۔ اور حقیقت وصل عریانی مکالمہ و محادثہ وقوع بھی وقوع میں آئی۔ اس کے بعد جنیت صرف رُونمود ہوئی۔ اور اب نہ وصل ہے نہ فقد نہ طلب نہ غیر طلب اور کسی حکم کے ساتھ محکوم علیہ نہیں ہے۔ نہ اثباتاً نہ نفیاً +

۳ ب

اپنی کثرت تقصیرات کا کیا عرض کروں کہ انتہا نہیں رکھتیں با انہمہ اثر عنایات

جناب اور احوال متزائد و متصاعد ہیں۔ قبل ازیں کہ نسبت ثلثہ یعنی نقشبندیہ نسبت قادریہ اور نسبت چشتیہ نوبت بنوبت ظہور پذیر ہوں۔ احیاناً آپس میں فیما بین خلط واقع ہوتا تھا اور کبھی غالب مغلوب بھی ہوتی تھیں۔ اور اب تینوں نسبتیں ایک ہیں لیکن کبھی ایک دوسری پر غلبہ کرتی ہے۔ اور سیر نسبت مشائخ گم ہوگئی ہے مگر احیاناً، چونکہ جناب کی تربیت بطریق عنف ولطف واقع ہوئی ہے اُس کے آثار بھی مترتب ہوتے ہیں۔ انتہےٰ ۔

چونکہ اس اثنائے گرمئے ارشاد ہدایت میں وفور بے تعینی و تفرید کے سبب سے شیخ نے عزلت اختیار کرنی شروع کی تھی کہ لوگ اُن کی خدمت میں کم آیا جایا کریں۔ جب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کو اس حال کی اطلاع ہوئی تو آپ نے شیخ موصوف کو ایک مکتوب ارسال فرمایا اور وہ یہ ہے:۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ مکتوب شریف وصول ہو کر باعث فرحت ہوا۔ جو کچھ آپ نے دوستوں کی حلاوت التذاذ کا حال تحریر کیا ہے اُس سے بھی فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ اے برادر! حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے۔ شکر اس نعمت عظمےٰ کا بوجہ اتم ادا کرو اور حفاظت کوئی ایسا امر صادر نہ ہونے پائے جو نفرت خلق کا باعث ہو۔ کیونکہ فرقہ ملامتیہ کے مناسب حال ہے کہ شیخی اور دعوے سے سروکار نہیں رکھتے بلکہ ملامت کے نقیض مشیخت ہے، خواہاں ہوتے ہیں۔ مبادا کہ ان دونوں مقامات کو خلط ملط کرنے لگو۔ اور عین مشیخت میں آرزو ملامت کرو کیونکہ ظلم ہے۔ اپنے مریدوں کے بار کا تحمل کرو۔ اور اُن کے ساتھ اختلاط و موانست اختیار کرو اور اختلاط کرنے میں افراط بھی نہ کرو کہ باعث استخفاف و منافی افادہ و استفادہ ہے ۔

حدود شرعیہ کی محافظت بھی پوری طرح کرتے رہو اور جہاں تک ہو سکے رخصت وجواز پر بھی عمل نہ کرو۔ کیونکہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے برخلاف ہے اور وہ خود متابعت سنت کے برخلاف ۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے ریاء العارفین خیر من اخلاص المریدین اس لئے کہ اُن کی ریا قلوب طلاب کو ذات خداوندی کی طرف کھینچتی ہے۔ لہٰذا لامحالہ

اُن کی ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہوگی۔ اور نیز اس لئے کہ عارفوں کے اعمال طالبوں کی تقلید کے لئے اسباب و ذرائع ہیں۔ کیونکہ عارف اس لئے عمل کرتے ہیں کہ طالب اُن کی اقتدا کریں۔ یہ ریا، عین اخلاص ہے بلکہ بہتر از اخلاص کہ اخلاص تو خود اپنے نفع کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں کوئی یہ گمان نہ کرے کہ عارف محض طالبوں کی تقلید کے لئے ہوتے ہیں۔ اور عارفوں کو عمل کی ضرورت نہیں۔ العیاذ باللہ! یہ تو عین الحاد و زندیقیت ہے نہیں بلکہ عمل کرنے میں عرفا اور طلاب برابر ہیں اور عمل کرنے سے کوئی بھی مستغنی و مستغنی نہیں۔ غایت مافی الباب امر واقع یہ ہے کہ کبھی اعمال عرفا کے ساتھ طالبوں کا نفع بھی مربوط ہوتا ہے۔ اور اعتبار سے اُن کے اعمال کو ریا سے تعبیر کیا ہے۔

الغرض آپ اپنے قول و فعل کی پوری حفاظت کریں اس وقت اکثر خلائق در پے طلب ہے، کوئی ایسا فعل وقوع میں نہیں آنا چاہئے کہ اس مقام کے منافی ہو اور جہال اکابر کے حق میں زبان طعن دراز کریں۔ حق سبحانہٗ و تعالٰے سے استقامت کے طالب رہیں۔ اور جو کچھ آپ نے حصول نسبتہائے مشائخ کے متعلق تحریر کیا ہے اُس کی بابت بالمشافہ آپ کے سامنے کئی دفعہ کہا گیا اُس کے ماسوا اور کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں حیرت نہیں ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام۔

جب یہ تربیت نامہ رحمت شمامہ آپ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ عریضہ ارسال کیا۔ جس کے فقرات درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

قبلۂ دوجہان سلامت! عرض خدمت یہ ہے کہ جس طرح چڑیا کا بچہ منہ کھولے ہوئے فریاد و فغاں کرتا پھرتا ہے۔ یہی حال در دولت کی نسبت اس حقیر کا ہے۔ کہ بے امداد جناب اس فقیر کا ٹھکانہ بجز تباہی اور بجز خسارت کے اور کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ حال کہ معرض بیان میں آتا ہے ایک ثمرہ ہے۔ آثار قبولیت در دولت سے، ورنہ اس فقیر جیسوں کو اس دولت عظمٰے سے کیا نسبت۔ اب مطمح نظر بجز اتباع سرور دنیا و دین علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات اور کچھ نہیں ہے مشیخت اور ملامت دونوں سے قطع نظر کرتا ہوں اور ان سب کو امر زائد از اتباع جانتا ہوں اور اپنی ذات میں، اس کام یعنی مشیخت کی قابلیت نہیں دیکھتا ہوں۔ غریب

مسکین افتادہ ہوں یعذبنی ھذا ویغشینی ھذا۔ آخر حقیقتِ حال فقر ہے۔ انتہیٰ۔
بالجملہ آپ شہر لاہور میں اب تک افادہ طلبہ علوم دینی وافاضہ سالکان میں مشغول ہیں۔ اور تشرّع و اتباع، تبتّل و انقطاع، فقر و قناعت اور انکسار و مسکنت میں آپ یگانہ وقت ہیں۔ کسی اہل دنیا سے دوستی نہیں رکھتے۔ اور نہ فتوحات اہل دنیا قبول کرتے ہیں۔ اور کسب حلال سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں۔ اگر اہل صلاح میں سے کوئی کچھ لاتا ہے تو اُسے قبول کر لیتے ہیں۔ سب سے بھاگ کر اپنے عزلت گوشہ عافیت میں کھنچے ہوئے ہیں۔
کئی دفعہ آپ درویشان خرقہ پوش کے ساتھ لاہور سے پیادہ پا حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے آئے ہیں اور چند روز خدمت عالی میں گذار کر رخصت ہوئے ہیں۔ جن دنوں کہ حضرت خواجہ صاحب لاہور میں تشریف رکھتے تھے آپ کی خانقاہ کے سامنے سے سواری پر کبھی نہیں گذرے۔
راقم الحروف بھی اس دفعہ آپ کے ہمراہ تھا جونہی شیخ موصوف کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی۔ ویسے ہی ٹوپی اوڑھے اور تہبند باندھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے تبسّم فرما کر یہ مصرع پڑھا ع

آنجا مگر نسیم رسد یا صبا وزد

بعد ازاں شیخ موصوف کو رخصت کرنے کے بعد آپ نے اُن کی بہت کچھ مدح و تعریف کی۔ اللہ تعالےٰ آپ کے سایہ کو مستفیدین و مستفیضین کے سر پر قائم و دائم رکھے۔

شیخ بدیع الدین سلّمہٗ اللہ تعالےٰ

آپ ہندوستان کے بزرگ زادوں میں سے ہیں۔ ابتدائے زمانہ میں آپ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں توضیح و تلویح پڑھا کرتے تھے۔ لیکن درویشوں کے ساتھ اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ نماز فریضہ بھی ادا نہیں کرتے تھے۔ میں نے خود مشارٌ الیہ سے بیان کرتے سُنا کہ جس سال بندہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں تحصیل علوم میں مصروف تھا۔ ایک نوجوان صاحب جمال سے تعلّق تھا جب اثنائے

سبق میں ہوتا تو دل تڑپتا اور بے چین ہوتا تھا۔ کہ کب سبق سے فارغ ہوؤں اور اُس کے کوچوں کا نظارہ کروں اور اس کی راہ و رسم کے اوراق کا مطالعہ کروں ✤

ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور جنایات شرعیہ (یعنی شرعی جرموں سے) سے احتراز رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ارتکاب اعمال سیئہ حصول علم ظاہری میں بھی مثمر و منتج بے برکتی ہے ✤

مَیں نے عرض کیا بہت لوگوں سے مَیں نے نصائح سُنے ہیں اگر جناب کچھ جذب و توجہ فرمائیں اور اس کے ذریعہ سے مَیں زمرہ صلحا میں داخل ہو جاؤں۔ تو ہو سکتا ہے ورنہ صرف نصیحت سے یہ اعقدہ حل نہیں ہو سکتا ✤

آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا۔ اچھا۔ تم صبح کو اس نیت سے ہمارے پاس آنا دیکھو کیا ہوتا ہے ✤

صبح کو جس وقت مَیں نے جانے کا وعدہ کیا تھا وہ دوست میرے گھر آ گیا، جس سے مجھے دلبستگی تھی۔ اس لئے میرا دل نہ چاہا کہ مَیں اُسے چھوڑ کر کہیں جاؤں۔ دو تین روز کے بعد پھر مَیں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ فرمایا۔ تم نے اچھا نہیں کیا کہ خلاف وعدہ کیا۔ لیکن اب تم آئے ہو۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ جاؤ وضو کرو۔ اور دوگانہ ادا کر کے آؤ۔ چنانچہ مَیں نے دوگانہ ادا کیا۔ بعد ازاں آپ مجھے خلوت میں لے گئے اور تعلیم ذکر قلبی کر کے توجہ کی حتے کہ مَیں بیخود ہو گیا۔ اور زمین پر گر پڑا۔ اور اسی طرح مجھے اُٹھا کر گھر لے گئے۔ ایک روز کے بعد جب مجھے افاقہ ہوا، تو میرا دل تمام گرفتاریوں اور تعلقات سے سرد تھا۔ لاجرم مَیں نے آپ کی ملازمت خدمت لازم السعادت اختیار کی۔ چنانچہ میں ہر روز برکت آپ کی نظر کیمیا اثر خود کو اپنے آپ سے دُور اور عالم غیب سے نزدیک پانے لگا۔ انتہیٰ ✤

بالجملہ مشار الیہ نے سالہا سال آپ کے در دولت پر گذارے اور دیکھا جو کچھ دیکھا یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو اجازت تعلیم طریقت دیکر اپنے وطن مالوف بلدہ سہارن پور رخصت فرمایا ✤

آپ اپنے وطن مالوف پہنچکر ارشاد و ہدایت طالبان طریقت میں مشغول ہو گئے۔ چند عرصہ کے بعد شہر آگرہ میں خلفاء اس سلسلہ میں جگہ خالی تھی۔ خواجہ صاحب نے آپ کو وہاں بھیجدیا۔ اور فرمایا۔ وہاں کمال استقامت سے کام لینا۔ اور ہماری بلا اجازت

وہاں سے نہ آنا +

چنانچہ آپ آگرہ گئے اور قبول عظیم پایا مجلسیں گرم ہوئیں اور سکان شہر کو آپ کے فیوض و برکات پہنچے۔ ولیکن انہیں ایام میں ابلیس پرتلبیس نے آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ تو خلاف امر حضرت خواجہ صاحب مرتکب ہوا ہے۔ اس لئے آپ اصلاح بعض امور منظورہ کی غرض سے وطن مالوف مراجعت کر آئے۔ اور یہ حضرت خواجہ صاحب کی خلاف اجازت تھا۔ لہٰذا یہ امر حضرت خواجہ صاحب پر گراں گذرا۔ بعد ازاں آپ خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اور معلوم کیا کہ حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت اس واپسی سے گراں ہے۔ عرض کیا کہ پھر آگرہ روانہ ہوؤں۔ فرمایا۔ وقت وہی تھا۔ اب اگر جاؤ یا نہ جاؤ تمہیں اختیار ہے۔ اس کے بعد باضطراب تمام آگرہ روانہ ہو گئے باین اُمید کہ جو غبار آپ کی طبیعت پر بیٹھ گیا ہے اجاتا رہے۔ جب آپ آگرہ پہنچے تو اول اول اس دفعہ بھی آپ کی مجلسیں گرم ہوئیں اور لوگوں کو فیض پہنچا لیکن آگرہ اس وقت دار الخلافہ اور مجمع عسکریاں تھا۔ گروہ سپاہ آپ کی خدمت میں آیا۔ خلاف شیوہ اخلاص و ادب آپ نے اُنہیں درشتی آمیز نصائح کرنی شروع کیں۔ اور اپنے احوال بلند اور بعض وہ وقائع و کشوف جن کا اظہار موجب فتنہ و فساد تھا، بیان کرنے شروع کئے۔ چنانچہ فتنہ و فساد پھیلا۔ اور وہاں آپ کا ٹھیرنا نہ صرف دشوار ہو گیا بلکہ اس کا اثر آپ کے پیر بزرگوار قدس سرہ العزیز تک پہنچا۔ حتےٰ کہ سلطان وقت نے جو اس طائفہ سے مناسبت تمام نہیں رکھتا تھا۔ آپ کو طلب کر کے ایذا پہنچائی اور حبس کیا۔ اگرچہ بعد ازاں سلطان اس امر سے نادم ہوا اور آپ سے معذرت کی۔ لیکن یہ سوء ادب اُس کے لئے نامبارک ہوا۔ کہ ملک میں فتنہ و فساد پیدا ہو گیا۔ بہت سے شہروں پر ایرانی تسلط کر بیٹھے اور خود بھی ضعفہائے مہلکہ میں مبتلا ہوا اور اسی میں انتقال کیا۔ اس قضیۂ مذکورہ کے بعد شیخ مشارٌ الیہ اپنے وطن مراجعت کر آئے۔ اور اب تک وہیں گوشہ نشین ہیں +

باوجودیکہ آپ کی عمر پچاس سال کو پہنچ گئی تھی کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور افادہ و افاضہ طالبان علوم دینیہ میں مشغول رہے +

جن ایام میں کہ راقم الحروف حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں تھا۔ آپ کا

ایک عریضہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اُس میں سطور تھا کہ جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وسلم سے بشارتہائے خاص پاتا ہوں۔ آپ عنایات ونصائح فرماتے ہیں ایک روز آپ نے سراج الہند کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ اور ازدیاد طاعات و عبادات کا حکم فرمایا +

خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے آپ کے اس عریضہ کے جواب میں یہ چند کلمات تحریر فرمائے +

ب

الحمد للہ وسلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ رقیمہ شریفہ نے خوش وقت کیا۔ واقعات مبشرہ ہیں لیکن قابل تعبیر۔ اور ہرچند کہ ماٰول ہیں منور ہیں۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علیٰ کل شیٔ قدیر جب آپ ازدیاد عمل پر مامور ہوئے ہیں جو کچھ عمل بھی ہو سکے اُسے غنیمت جانیں۔ کیونکہ یہ دار العمل ہے واللہ الموفق۔ انتہیٰ +

اس کے بعد مَیں شیخ مشارٌ الیہ کے دیگر عرائض کے چند فقرات اور نقل کرتا ہوں جو آپ کے علوِ حال۔ ارشاد و استقامت اور اہل ملامت کے آزار و ایذا رسانی پر آپ کے صبر و شکیبائی کرنے پر کافی شہادت رکھتے ہیں +

ب

بندہ کمترین خدمۂ آستانۂ عالیہ عرض خدمت کرتا ہے کہ اس شکستہ بال کے احوال یمن تُوجّہ جناب بروجہ استقامت ہیں اور عزیمت امور میں کسی قسم کا فتور واقع نہیں ہوا۔ اُمید ہے کہ بعنایت و توجّہ جناب ان چند باقی سالوں میں انشاء اللہ تعالےٰ کوئی فتور واقع نہ ہوگا۔ ہرچند حوادث گوناگوں پیش آتے ہیں۔ لیکن جس مقصد میں کہ گرفتار ہوں اُس میں مطلق خلل نہیں ڈال سکتے۔ بسا اوقات جو حادثات کہ بحکم الٰہی واقع ہونیوالے ہیں پیش از وقوع ان سے اطلاع بخشتے ہیں۔ بدون اس کے کہ میں اُن سے مطلع ہونے کا قصد و ارادہ کروں۔ پردۂ غیب سے عجیب عجیب بشارتیں پاتا ہوں جو خدمت عالی میں عرض کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کئی صاحب جمع ہو کر سرگرم کاویں احوال بلند گذارتے ہیں اور تھوڑی ہی سے مدت میں حضور نقشبندیہ کا ملکہ حاصل کرلیا ہے۔ بعض فنائے جسدی سے مشرف ہو گئے ہیں۔ احوال خودی اور احوال برزخ

بدیہی اولے جانتے ہیں۔ یہ سب آنجناب کے آستانہ علیہ کا صدقہ ہے۔ وگرنہ اس ناقابل سیاہ بخت کو ان احوال سے کیا نسبت اور اس دولت عظمے سے کیا مناسبت بعض طلب کثرت التذاذ ذکر کے سبب ترک خان وماں کرتے ہیں۔ تو اُن کے اعزہ واقربا اس فقیر کو بہت کچھ تکلیف و آزار پہنچاتے ہیں اور خود انہیں بھی آزار و تکلیف پہنچاتے ہیں +

یہاں کے بعض دیگر سلسلوں کے لوگ بھی اس طریقہ علیہ میں داخل ہو کر نہایت محظوظ و متلذذ ہیں۔ اور عمر گذشتہ پر تاسف کرتے ہیں +

اس جہت سے بھی یہاں کے مشائخ نے عداوت کر رکھی ہے۔ یہاں تک کہ اس طریقہ اور اہل طریقہ کے متعلق بہت کچھ ہفوات و بیہودہ کہتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز مریدوں کی ایک جماعت کو بھیجا جو حضرت خواجہ صاحب اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی شان میں بہت کچھ بُرا بھلا کہہ گئے۔ لیکن چونکہ بوجہ نالائق کے قابل خطاب نہ تھے۔ اس لئے بمناسبت وقت بجز صبر و سکوت کے کچھ چارہ نہ دیکھا +

قبلہ گاہا! بتوجہ جناب دولت مشاہدہ سے سرفراز فرمایا اور جو آرزو کہ رکھتا تھا کہ ایک ہی دفعہ نظارہ بارگاہ محمدی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نصیب ہو، حاصل ہوئی انوار اُس کمالات کا پرتو پاتا ہوں بمحض فضل و کرم حق سُبحانہٗ +

ایک روز نماز تہجد کے بعد اس دولت سے مشرف ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ اس مقام کی خدمت و اہتمام غوث الثقلین قدس سرہٗ سے تعلق رکھتی ہے۔ بغیر آپ کے وسیلہ اُس بارگاہ عالی تک پہنچنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اب انوار اس مقام کا اقتباس کرتا ہوں +

کونین میں بجز توجہ جناب کے اور کوئی مربی نہیں رکھتا ہوں۔ اور حضرت حق سُبحانہٗ وتعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ اس ناقابل بے استعداد ازلی و ابدی کو محبت و خدمت خاک بوسان آں درگاہ میں زندہ رکھے، انہیں میں مارے اور انہیں میں محشور کرے۔ بحرمۃ النبی الامی العربی علیہ فضل الصلوٰت والتسلیمات۔ انتہیٰ +

مخدوم زادوں کی زبان مبارک سے راقم الحروف نے سُنا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے صالح و صادق القول لوگوں سے شیخ بدیع الدین کے ہم نے

کئی ایک خوارق عادات سُنے ہیں۔ عجب نہیں کہ یہ خوارق حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے اُن کلمات کا اثر ہو۔ جو آپ نے اُنہیں ایک مکتوب میں تحریر فرمائے تھے کہ آپ نے کرامات طلب کی ہیں، اُن کے اُمّیدوار رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا +

از انجملہ یہ کہ جن ایام میں کہ سلطان وقت نے حضرت خواجہ صاحب کو بہ تاب تمام آگرہ طلب کیا۔ تو سلطان کے مقربین میں سے ایک شخص شیخ بدیع الدین کا ہم شہر بلکہ قرابت دار تھا۔ ان دونوں بزرگوں سے عداوت تمام رکھتا تھا شیخ مشارٌ الیہ بایں خیال کہ مبادا یہ مفسد بوجہ دشمنی سلطان کے کانوں تک امور ناملائم پہنچائے اس لئے آپ اُس کے پاس گئے اور بانکسار و افتقار تمام التماس کیا کہ آپ اس وقت انکار و اضرار میں کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اقربا ہرچند کہ دشمن و دل آزار ہوتے ہیں لیکن مُصیبت کے وقت مددگار بنجاتے ہیں۔ لیکن اُس بے سعادت نے پیش از پیش نخوت و عداوت ظاہر کر کے کہا کہ برسوں کے بعد آرزو بر آئی ہے، اچھا دیکھو کیا ہوتا ہے۔ مولانا بھی اُس وقت جذبہ میں آئے اور کہا میری بھی برسوں کے بعد آرزو بر آئی اچھا کیا ہوتا ہے۔ دیکھو ہم دونوں میں سے کون زیادہ کام کرتا ہے۔ یہ کہ کر دل شکستہ ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ اور اُس مفسد کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ قبل ازینکہ وہ بدگوئی کی فرصت پائے اُنہیں دنوں میں اُس نے انتقال کیا +

شیخ نور محمد پٹنی سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنی ہمت سلوک طریقت کی طرف مصروف کی۔ ہندوستان کے بہت سے خدا دوستوں کے پاس پہنچے لیکن مطلب کسی سے حل نہیں ہوا۔ آخر کو قائدِ توفیق نے آپ کا زمام بخت حضرت خواجہ صاحب کے آستانہ کی طرف موڑا +

آپ نے آنحضرت خواجہ صاحب سے تعلیم ذکر طریقہ علیہ نقشبندیہ حاصل کی اور تھوڑی سی مدت میں آپ کی برکات صحبت سے نسبت عالیہ تک پہنچے +

چنانچہ ایک روز آپ نے اپنی حقیقت حال لکھتے ہوئے اپنے عریضہ میں تحریر کیا

کہ شیخ نور انتہائی نقطہ تک پہنچا ہے۔ اور کار جذبہ کو انجام تک پہنچایا ہے۔ اور برزخیت کے اُس مقام تک پہنچا ہے۔ اول صفات کو بلکہ نور کو صفات اُس کے ذریعہ قائم ہیں۔ اپنے سے جدا دیکھا اور خود کو ایک جسد خالی پایا۔ بعد ازاں صفات کو ذات سے جُدا جُدا مشاہدہ کیا۔ اور اس دید کے ساتھ کئی ایک مقامات جذبہ کو پہنچا۔ اب عالم کو اور خود کو ایسا گم پاتا ہوں کہ نہ احاطہ کر سکتا ہوں نہ معیت اور ایسا ربطن بطون کی طرف متوجہ ہُوا ہوں کہ بجز حیرت و نادانی کے کچھ حاصل نہیں۔ انتہیٰ +

اس کے بعد بھی شیخ مشارٌالیہ نے برسیں آپ کے آستانہ پر گذاریں اور پہلے سے زائد احوال سے مشرف و سرفراز ہوئے +

اس کے بعد آپ نے انہیں اجازت تعلیم دیکر شہر پٹنہ جو بلاد ہندوستان سے ہے، مرخص کیا۔ حسب الامر آپ وہاں گئے۔ لیکن بوجہ غلبۂ تفرید جنگل و بیابانوں میں گذر کرتے رہے اور صحبت خلق سے مجتنب رہے۔ جب آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ مکتوب ارسال فرمایا +

ب

الحمد للہ و سلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ اے برادر ارشد جس طرح انسان کو امتثال اوامر حق سُبحانہٗ و تعالےٰ اور اس کی نواہی سے اجتناب کئے بغیر چارہ نہیں۔ اسی طرح مراعاۃ حقوق خلائق اور اس کے ساتھ موانست و مواسات کئے بدوں بھی چارہ نہیں التعظیم لامر اللہ والشّفقۃُ علےٰ خلق اللہ ان دونوں حقوق کو بیان کرتا ہے اور ان دونوں باتوں کی مراعات جتلاتا ہے۔ پس ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑنا اور ایک پر اکتفا و اقتصار کرنا قصور و کوتاہی کی دلیل ہے۔ الغرض اذیت خلق کی برداشت کرنا بھی ضروری ہے۔ حسن معاشرت واجب ہے اور بے دماغی و بے دائی نازیبا و ناسزاوار ہے ؎

هرچه عاشق شد اگرچه نازنین عالم است
نازکی کے راست آید بارے باید کشید

چونکہ آپ صحبت میں رہے ہیں اور مواعظ و نصائح سُنے ہوئے ہیں، اس لئے زیادہ طول دینا ضروری نہیں معلوم ہُوا۔ اور صرف ان چند فقروں پر اکتفا کی گئی۔ ثبّتنا اللہ سبحانہٗ

وایاکم علیٰ جادۃ الشریعۃ المصطفویۃ علیٰ صاحبہا والسّلام۔ انتہیٰ ⁎

آخر کو جب اور شیخ مشارٌ الیہ نے شہر مذکور کے دریائے گنگ کے کنارہ آنکہ گمانس پھونس کا ایک جھونپڑا بنایا۔ اور ایک مسجد بھی بنائی اور مع عیال و اطفال کے اُس جھونپڑے میں رہنے لگے اور مسجد میں طاعات وعبادات کرنے لگے۔ اور افادہ علوم دینیّہ میں مشغول ہو گئے ⁎

راقم نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ کے مخلص اصحاب سے سُنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ نور محمد رجال الغیب سے ہیں۔ راوی کہتا ہے۔ ہاں مجھے یاد نہیں ہا کہ نقبا فرمایا۔ یا نجبا ⁎

نیز بعض مخلص اصحاب سے بتقریب بیعت شیخ محمد طاہر و شیخ نور محمد اور اُن کی نفس کے متعلق مسموع ہوا ہے کہ جن دنوں حضرت خواجہ صاحب دہلی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ اور بعض دیگر اعزہ نے آپ سے درس عوارف المعارف کا التماس کیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ نے ان کا التماس قبول کیا۔ مولانا طاہر لاہوری اور شیخ نور محمد موصوف سامعین سے تھے۔ اثنائے درس میں ان دونوں عزیزوں کے دل میں خیال گذرا کہ آپ بعض سامعین کی سمجھ کے مطابق دقائق امور بیان نہیں فرماتے۔ اور صرف ظاہری معنی کے بیان پر اکتفا فرماتے ہیں۔ لیکن اس کے ظاہری معنی تو ہمیں بھی معلوم ہیں پھر ہمیں سماعت کرنے سے کیا فائدہ ⁎

حضرت خواجہ صاحب ان دونوں عزیزوں کے اس خطرہ سے واقف ہو گئے اور بعتاب تمام فیروز آباد سے باہر کر دیا۔ ناچار کئی راتوں تک بیرون ویرانوں میں بسر کرتے رہے۔ آخر کو جناب خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ نے دونوں عزیزوں کی سفارش کی۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں اسی طرح رہنے دو یہ فربہ نفس لوگ ہیں۔ خواجہ حسام الدین موصوف نے عرض کیا کہ مسجد فیروزی کے نیچے چند مکان مدت سے ویران پڑے ہوئے ہیں اگر جناب فرمائیں تو یہ انہیں صاف کر کے وہاں مشغول کار ہو جائیں۔ اس میں ان کا کسر نفس بھی ہو گا۔ اور مسجد کی خدمت بھی ہوتی رہیگی۔ آپ نے خواجہ موصوف کے معروضہ کے مطابق انہیں حجرہ میں رہنے کی اجازت دیدی اور دونوں عزیز وہاں جا کر رہنے لگے۔ بعد ازاں آپ نے اُنہیں طلب فرما کر شفقت و نوازش فرمائی

لمؤلفہ

راہ رو رنجور دل رہبر خردمند طبیب
جاں برد بیمار کز جاں بشنود پند طبیب

شیخ حمید بنگالی سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ بنگالہ کے رہنے والے تھے۔ تحصیل علوم دینیہ کی غرض سے لاہور آئے ہوئے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد اپنے وطن مالوف کو جاتے ہوئے آگرہ میں قیام کیا۔ یعنی خواجہ عبدالرحمٰن کے قرب وجوار میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ چنانچہ خواجہ موصوف فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ شیخ مشارٌ الیہ ماہر علوم تھے۔ اس لئے مَیں نے چاہا کہ جب تک وہ آگرہ میں ہیں۔ ہمارے اُن کے درمیان ہم صحبتی رہے +

ایک روز مشائخ وعلم تصوف کا ذکر ہوا۔ شیخ کو مَیں نے منکر ومعترض پایا اور زیادہ تر یہ انکار و اعتراض مسئلہ توحید وجود کے باعث تھا۔ انہیں دو تین روز کے عرصہ میں معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب سرہند سے آگرہ تشریف لائے ہیں +

جب شیخ مشارٌ الیہ نے یہ خبر سُنی باضطراب تمام آئے اور کہنے لگے کہ میں دوسرے محلہ میں جا کر قیام کرونگا۔ آپ کے پاس جو کچھ میرے اجزا و رسائل ہیں مجھے واپس دیجئے۔ مَیں نے کہا کیا مضائقہ ہے آپ نقل مکانی کرتے ہیں کہیں اور تو جانہیں رہے اس کے بعد اُنہوں نے آپ کا نام لیا کہ وہ اس جگہ آئے ہوئے ہیں۔ مَیں نے کہا آپ عالم مرد صالح ہیں اس قدر ناخوشی نازیبا ہے۔ کہا مَیں اُن سے کسی قدر تعارف رکھتا ہوں۔ اگر ہم ایک جگہ جمع نہ ہو جائیں مشکل ہے اور اگر جمع ہو جائیں اس سے زیادہ مشکل ہے یہ کہکر رخصت ہو گئے اور اپنا سامان دوسری جگہ منتقل کیا +

دو تین روز کے بعد اپنے اجزا و رسائل لینے پھر آئے۔ بیٹھے ہوئے تھے اور علمی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آنکر کہا کہ خواجہ صاحب آ رہے ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اب کیا ہوگا اور شیخ حمید متغیر اور اپنے آنے سے پشیمان ہوئے +

غرض آپ آنکر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا ہوں مَیں نے کہا ایسا کونسا مسئلہ ہوگا جو آپ سے پوشیدہ ہوگا۔ فرمایا۔ چونکہ آپ مفتی ہیں۔ اس لئے احتیاطاً آپ سے پوچھتا ہوں۔ اور مسئلہ بھی مشہور ومعروف تھا +

مسئلہ پوچھنے کے بعد آپ شیخ حمید کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ تا نے شیخ حمید اس جگہ موجود تھے۔ دو تین نظریں اُن کی طرف کر کے مراقب ہوئے۔ اور عزم کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مَیں نے ہر چند التماس کیا کہ کچھ توقف فرمائیں اور کھانا لگ جائیگا۔ لیکن آپ نے منظور نہیں کیا۔ مَیں اُٹھ کر آپ کو بیرون دروازہ تک رخصت کرنے گیا۔ میرا خیال تھا کہ شیخ حمید اپنی جگہ سے بھی نہ اُٹھے ہونگے۔ لیکن مَیں نے دیکھا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں +

جب مَیں واپس ہوا تو مَیں نے شیخ حمید کو نہ دیکھا۔ اور ایک آدمی کو بھیجا کہ دیکھو تو شیخ حمید کہاں گئے ہیں۔ چنانچہ وہ خبر لایا کہ شیخ مشارٌ الیہ حضرت خواجہ صاحب کے پیچھے پیچھے گئے ہیں۔ اور خواجہ صاحب نے مطلقاً کوئی التفات نہیں کیا اور اسی طرح گھر میں چلے گئے اور شیخ مشارٌ الیہ حیران و پریشان دروازہ پر کھڑے رہے۔ پھر ایک مدت کے بعد آپ نے انہیں طلب کیا اور تعلیم طریقت کی اور جذبہ و نسبت سے مشرف کیا۔ حتےٰ کہ شیخ مشارٌ الیہ اس قدر مغلوب الحال ہوئے کہ ہماری دوستی اور اُن کتابوں کو بھی بھول گئے جن سے تعلق تام رکھتے تھے +

جب آپ سرہند واپس ہوئے تو شیخ حمید پیادہ پا آپ کے ساتھ سرہند گئے۔ خواجہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس واقع کے مشاہدہ نے آپ کا مخلص بنا دیا۔ اور مَیں تنگر آپ کا مرید ہوا +

ایک امیر نے مجھ سے پوچھا کہ آپ گروہ علما و عقلا سے ہیں۔ آپ نے خواجہ صاحب سے کیا کرامت دیکھی +

مَیں نے کہا کہ ہم اہل علم کی جماعت کے لئے اس سے بہتر اور کوئی کرامت نہیں کہ کسی شخص کو ہم دیکھیں عالم باعمل اور متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں اعتقاداً و علماً اور عملاً اکابر زمانہ سے ہو +

امیر نے کہا یہ اعتقاد اہل علم کے مناسب حال نہیں۔ آپ کوئی کرامت بیان کیجئے۔ جو سب کے مناسب حال ہو +

مَیں نے شیخ حمید کا واقعہ بیان کیا۔ تو بہت متعجب ہوا اور کہا کہ آپ کے صدق و دیانت پر مجھے اعتقاد تام ہے۔ مَیں قبول کرتا ہوں اور مَیں بھی خواجہ صاحب کے

مخلصوں میں سے ہوں ٭

شیخ مشارٌ الیہ معتقدین توحید وجودی سے انکار تمام رکھتے تھے اور اُن کا یہ انکار منجر بقدح بعض اولیائے کبار ہوتا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی مدت میں شیخ مشارٌ الیہ پر اس قدر تصرف ہوا۔ اور نسبت یہاں تک غالب ہو گئی کہ وہ ہر ایک شے کے ساتھ عشق بازی خاص رکھتے تھے۔ اور حرکات و سکنات افسانیہ سے گداختہ ہو جاتے تھے ٭

مرشدی میر محمد نعمان بیان فرماتے ہیں۔ کہ انہیں ایام میں ایک روز میں شیخ حمید کے ساتھ اتفاق سے کہیں جا رہا تھا۔ رستہ میں ایک مُردہ جانور پڑا ہوا تھا۔ اور مُنہ کھلا رہ گیا تھا۔ اس لئے اس کے دانت نظر آ رہے تھے۔ شیخ مشارٌ الیہ پر عجیب حال طاری ہوا۔ اور کہنے لگے۔ اے پروردگار اس کسوت میں آنا اور خود کو اس طرح ظاہر کرنا یہ کونسی ادا ہے ٭

الغرض شیخ مشارٌ الیہ قریباً دو سال تک آپ کے در دولت پر رہے اور آداب سلوک و احوال عجیبہ و مقامات غریبہ حاصل کئے ٭

اس کے بعد آپ نے انہیں اجازت تعلیم طریقت دیکر وطن مالوف رخصت کیا۔ چنانچہ اجازت نامہ درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

اما بعد الحمد للہ والصلوٰۃ فیقول العبد المفتقر الی رحمۃ اللہ الملک الولی احمد بن عبد الاحد الفاروقی النقشبندی رحمہما اللہ سبحانہ رحمۃً و سعۃً ان الاخ العالم والصدیق الصالح جامع علوم الشریعۃ والطریقۃ الحقیقۃ الشیخ حمید البنگالی وفقہ اللہ سبحانہ لما یحبّ و یرضاہ لما قطع منازل السلوک و عرج معارج الجذبۃ و وصل الی درجۃ الولایۃ بعد ان حصل لہ اندراج النہایۃ فی البدایۃ اجزت لہ بتعلیم الطریقہ علی طریقۃ المشائخ النقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم للطالبین المسترشدین والمریدین المخلصین بعد الاستخارۃ و حصول الاذن من اللہ سبحانہ والمسئول من اللہ سبحانہ ان یعصمہ عما لا یلیق و یحفظ عما لا ینبغی وان ثبّتہ علی متابعۃ سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات ٭

چونکہ مشائخ قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ ہے کہ خلافت کے وقت خرقہ بھی عنایت

کرتے ہیں۔ اس لئے شیخ مشارؒ الیہ نے عرض کیا کہ کفش پائے مبارک میرے لئے کافی ہے۔ چنانچہ حسب التماس آپ نے کفش مبارک عنایت کئے۔ شیخ انہیں منہ میں لیکر رجعت قہقری کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ اور اب تک جس کو بیس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ وہ کفش اس دیار میں متبرکات سے ہے۔ اہل حاجات اور مریض آتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ اطبا کی ضرورت اس دیار میں بہت کم ہوتی ہے۔ بالجملہ شیخ مشارٌ الیہ نے ان کی بدولت پایا جو کچھ کہ پایا۔ ؎

اگر خاک ازیں کو برست آید — مرا بہتر ز چندیں افسر آید

چونکہ آپ اقصائے بنگالہ کے رہنے والے تھے اور صاحب اہل وعیال واطفال تھے۔ اس لئے پھر دوبارہ آپ آستانہ علیہ تک نہ آسکے۔ اور اب تک وہیں مسند ارشاد وافاضہ پر رونق افروز ہیں۔ طلبہ علوم دینیہ اور سالکین طریقت دونوں آپ سے مستفید ومستفیض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالٰی آپ کو سلامت وقائم رکھے +

حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو ایک مکتوب لکھا ہے جو ضروریات راہ سلوک پر مشتمل ہے۔ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں +

مکتوب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ یہاں کے فقراء کے احوال واوضاع روز بروز موجب ازدیاد شکر ہیں۔ دور افتادہ دوستوں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں۔ اے عزیز! راہ غیب الغیب میں اکثر سالکوں کے قدم پھسلجاتے ہیں۔ لہٰذا اعتقاداً وعملاً شریعت کی پوری حفاظت کرتے رہیں۔ حضور وغیبت میں میری یہی نصیحت ہے۔ مبادا کہ حفاظت شریعت میں کسی قسم کی بھی غفلت واقع ہو۔ لہٰذا اس راہ کی غلطیوں کو لکھتا ہوں اور منشائے اغلاط بتلاتا ہوں۔ آپ انہیں اعتبار کی نظر سے ملاحظہ کریں +

معلوم ہو کہ صوفیوں کی بعض غلطیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب سالک مقامات عروج میں خود کو دوسروں سے جن کی افضلیت اجماع علما ثابت ہے اور بالیقین جن سے اس سالک کا مقام ادون ہے۔ فوق پاتا ہے۔ حتٰے کہ بعض وقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی جو قطعاً بہترین خلائق ہیں۔ اپنی نسبت بڑھا ہوا

ہے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ۔ لیکن بعضوں کی اس غلطی کی وجہ تو یہ ہے کہ انبیا و اولیا میں سے ہر ایک کا عروج اوّلاً مبادی تعینات وجود اسما میں ہوتا ہے۔ اس عروج سے اسم ولایت متحقق ہوتا ہے اور ثانیاً اُن اسما میں۔ اور اسما میں جہاں تک کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے چاہے۔ لیکن باوجود اس عروج کے ہر ایک کا مقام و منزل وہی اسم ہے۔ جو اس کے وجود کا مبدا تعین ہے۔ اس لئے ان مقامات میں جو شخص کہ اُنہیں ڈھونڈتا ہے اُنہیں ہیں پاتا ہے۔ کیونکہ مکان طبعی ان بزرگواروں کا وہی اسماء ہیں اور عروج و ہبوط اُن اسما سے بواسطہ عروض عوارض ہے۔ پس سالک بلند فطرت کی سیر اُن اسما سے بلند واقع ہوتی ہے۔ لامحالہ اُن اسما سے بھی بالاتر پہنچیگا۔ اور وہ توہم پیدا کریگا۔ لیکن عیاذاً باللہ! یہ نہیں کہ یہ توہم یقین سابق کو بھی زائل کریگا اور فضیلت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولویت اولیائے کرام میں بھی جو باجماع امت افضل ہیں، اشتباہ پیدا کریگا۔ اب اس مقام پر مزلّ اقدام سالکین یہ ہے کہ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان اکابر کا عروج ان اسما سے لئے غیر النہایۃ واقع ہوا ہے اور وہ اس عروج میں فوق الفوق پہنچے ہیں۔ نیز یہ سالک یہ بھی نہیں سمجھتا کہ یہ اسما اُن کے عروج کے امکنہ طبعیہ ہیں اور خود اس کا بھی اُس جگہ مکان طبعی ہے جو اُن اسما سے اَدُون ہے۔ کیونکہ افضلیت ہر ایک کی باعتبار اقدمیت اس کے اسم کے ہے۔ جو اُس کا مبدا تعین ہوا ہے۔ اسی قبیل سے جو بعض عارفوں نے کہا ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ کو حائل نہیں پاتا اور بےواسطہ اُس کی ترقی کرتا ہے ؎

ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت رابعہ بصریہ بھی اس جماعت سے تھیں۔ یہ جماعت عروج کے وقت جب اُس اسم سے جو مبدا تعین برزخیت ہے، فوق گذری۔ تو اُس نے توہم کیا کہ برزخیت کبریٰ درمیان میں حائل نہیں رہی۔ اور برزخیت کبریٰ سے حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں ؎

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق کا شاغل
صفات اُس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

اور حقیقت معاملہ یہ ہے کہ بالاتر گذرا ہے +

لیکن وجہ غلطی کی بطریق دیگر یہ ہے کہ جب سالک کی سیر کسی اسم میں جو اُس کا مبدأ تعین ہے۔ اور وہ اسم بر سبیل اجمال جامع جمیع اسما ہے۔ کیونکہ اُن کی جامعیت بواسطہ اس اسم کے ہے۔ پس ناچار ان اسما کے ضمن میں جو اسما کہ تعین مشائخ دیگر ہیں بطریق اجمال ان کی بھی سیر کریگا۔ اور ہر ایک سے گذر کر منتہائے اس اسم کو پہنچیگا اور توہم فوقیت پیدا کریگا۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ اس نے مقامات مشائخ سے دیکھا ہے۔ اور اُن سے گذرا ہے وہ اُن کے مقامات سے ایک نمونہ ہے نہ حقیقت مقامات اور چونکہ اس مقام میں خود کو جامع پاتا ہے، دوسروں کو اپنے اجزا جانتا ہے۔ اس لئے توہم اولیت پیدا کر لیتا ہے +

اس مقام میں شیخ بایزید بسطامی نے کہا ہے لوائی ارفع من لواء محمد لیکن غلبہ کی وجہ سے یہ نہیں جانا کہ اُن کا لوا آنحضرت صلے اللہ وسلم کے لوا سے کسی طرح ارفع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُن کا لوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لوا کا ایک (ادنےٰ) نمونہ ہے۔ جو اُن کے اسم کی ضمن میں مشہود ہوا۔ اسی قبیل سے اُن کا یہ قول بھی ہے کہ اگر عرش و ما فیہ عارف کے قلب کے ایک کونہ میں رکھ دیں تو اُسے کچھ محسوس نہ ہوگا۔ یہاں بھی اُنہیں اسی نمونہ کے ساتھ اشتباہ واقع ہوا۔ والا عرش کو خود حق سبحانہ و تعالٰے نے عظیم فرمایا ہے۔ قلب کے کونہ کو اس سے کیا نسبت اُس کا عشر عشیر بھی عارف کے قلب میں نہیں سما سکتا۔ اس بیان کو میں ایک اور مثال سے واضح کرتا ہوں +

انسان جو جامع عناصر و افلاک ہے جب اُس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے۔ عناصر و افلاک اپنے اجزا شمار کرتا ہے۔ اور جب یہ دید غالب ہو جائے تو عجب نہیں ہے کہ کہنے لگے کہ میں کرہ زمین سے بھی کلاں ہوں اور آسمانوں سے عظیم تر۔ حالانکہ فی الحقیقت وہ اُس کے اجزا نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کے نمونہ اُس کے اجزا بنائے ہیں اور اس کی کلانی انہیں نمونوں سے واقع ہوئی ہے +

صاحب فتوحات مکیہ نے بیان کیا ہے کہ جمع محمدی اجمع ہے جمع الٰہی سے کیونکہ جمع محمدی مشتمل ہے حقائق کونیہ والٰہیہ پر۔ لیکن اُنہیں یہ نہیں معلوم کہ یہ اشتمال ظلی ہے

ظلال مرتبۂ الوہیت سے اور ایک نونہ ہے اُس کے نمونوں سے۔ نہ یہ کہ حقیقت مرتبۂ الوہیت مقدسہ پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس مرتبۂ الوہیت مقدسہ کی نسبت کہ عظمت وکبریائی اُس کے لوازم سے ہے۔ مجمع محمدی کو اُس سے کوئی نسبت نہیں ما للتراب ورب الارباب +

نیز اسی مقام کی سیر سالک اس اسم میں واقع ہوتی ہے کہ وہ اُس کا رب (مربی) ہے۔ سالک سمجھنے لگتا ہے کہ بعض اکابر جو بالیقین اُس سے افضل ہیں بتوسط اس کے بعض درجات فوق کو پہنچے ہیں، اس کے توسل سے ترقی کی ہے۔ اس مقام پر بھی اکثر لوگوں کا قدم پھسلجاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ مبادا کہ کوئی ایسا سمجھ کر خود کو افضل جاننے لگے اور خسارت ابدی کا مستحق ہو جائے +

کیا یہ تعجب کی بات ہے اور یہ بھی کوئی افضلیت ہے کہ ایک بادشاہ اپنی سلطنت ایک زمیندار کے تصرف میں دیدے اور وہ اُس کے ذریعہ سے بہت سی فتوحات حاصل کرے +

غایت ما فی الباب یہ ہے کہ اس جگہ فضیلت جزئی کا احتمال ہے جو خارج از بحث ہے۔ اس لحاظ سے ایک حجام بھی بوجہ اپنی خصوصیت کے ایک عالم فاضل اور حکیم پر بھی فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت جزوی اور خارج از اعتبار ہے اور جو کچھ کہ معتبر ہے وہ فضیلت کُلی ہے۔ جو عالم فاضل اور حکیم صاحب فنون کے لئے ثابت ہے +

اسی طرح فقیر کو بھی طرح طرح کے اشتباہ واقع ہوتے اور انواع واقسام کے تخیلات پیدا ہوتے تھے۔ جب تک کہ میں اس حالت میں رہا، باوجود اس کے حفظ الٰہی شامل حال تھا کہ یقین سابق میں سرمُو فرق پیدا نہیں ہوا، اعتقاد مجمع علیہ میں کسی قسم کے فتور نے راہ نہ پائی وللہ سبحانہ الحمد والمنۃ علیٰ ذٰلک وجمیع نعمائہ +

اور جو کچھ کہ خلاف مجمع علیہ ظاہر ہوتا تھا اُس کا مُطلقاً اعتبار نہیں کرتا تھا۔ اور محامل نیک پر محمول کرتا تھا اور مجملاً اس قدر جانتا تھا کہ اگر یہ کشف صحیح ہے تو فضیلت جزوی پر محمول ہے +

ہر چند کہ یہ وسوسہ معارض ہوتا تھا کہ مدار فضل قرب الٰہی پر ہے اور یہ زیادت

اُس قرب میں ہے، تو پھر یہ فضیلت جزوی کیوں ہوگی۔ لیکن یقین سابق کے سامنے یہ ہوسو هباءً منثوراً ہو جاتا تھا۔ اور کسی اعتبار کے لائق نہیں رہتا تھا۔ بلکہ توبہ و استغفار اور انابت کی التجا کرتا تھا اور تضرّع و زاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشوف ظاہر نہ ہوں۔ اور خلاف معتقدات اہل سنّت سر مُو منکشف نہ ہو ٭

چنانچہ ایک روز اس قدر خوف کا غلبہ ہُوا کہ مبادا کہیں ان کشوف پر مواخذہ کریں اور توہّمات کا سوال ہو۔ غلبۂ خوف سخت بیقرار و بے آرام کر رہا تھا۔ التجا و تضرّع جناب بارگاہِ الٰہی المضاعف کی اور ایک مدّت تک یہی حالت رہی ٭

اتفاق سے انہیں ایّام میں ایک عزیز کے مزار پر گذر ہوا۔ ان عزیز کو بھی اس معاملہ میں مدد و معاون نہ پایا۔ چنانچہ اس اثنا میں عنایت الٰہی پہنچی اور حقیقت معاملہ کما ینبغی ظاہر ہوئی۔ روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علٰے آلہ الصّلوٰۃ والسلام نے جو رحمت عالمیان ہیں حضور ارزانی فرمائی اور تسلّی خاطر حزین کی ٭

معلوم ہوا کہ قرب الٰہی موجب فضل کلّی ہے۔ لیکن قرب جو تمہیں حاصل ہوا ہے قرب ظلّی ہے ظلال مرتبہ الوہیت سے اور اس اسم کے ساتھ مخصوص ہے جو تمہارا ربّ (یعنی مربّی) ہے۔ اس لحاظ سے موجب فضیلت کلّی نہ ہوگا ٭

اس مقام کی صُورت مثالیہ اس طریق سے منکشف کی کہ ریب و شک کی مطلقاً گنجائش نہیں رہی۔ چونکہ اس فقیر نے بعض علوم، کہ محل اشتباہ ہیں اُن کی تاویر و توجیہ اپنی کتب و رسائل میں لکھ کر منتشر و مشتہر کر دی ہے۔ کیونکہ جب فضل الٰہی اُن کا منشاء اغلاط واضح و لائح ہو گیا تو چاہا کہ انہیں قلمبند کروں اور مشتہر کر دوں کیونکہ جب گناہ مشتہر ہو تو اُس کی توبہ کا مشتہر ہونا ضروری ہے تاکہ لوگ اُس سے خلاف شریعت تفہّم نہ کریں اور کورانہ تقلید کر کے غلطی میں نہ پڑیں اور یا تعصب کر کے انہیں ضلالت کے ساتھ منسوب کرنے لگیں۔ کیونکہ اس راہ غیب الغیب کے باغ میں گل بہت کھلتے ہیں کسی کو ہدایت کی طرف لیجاتے ہیں اور کسی کو ضلالت کی طرف ٭

حضرت والد ماجد قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر گروہ ہائے ہفتاد و ملت جو ضلالت و گمراہی میں پڑ گئے ہیں اُن کا منشا ضلالت یہ ہوا ہے کہ وہ قبل از وقت طریق صوفیہ میں داخل ہوئے اور غلطیاں کھا کر گمراہ ہو گئے والسلام انتہٰے مکتوب الشریف ٭

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے ایک رقیمہ جو حضرت مخدوم زادہ کلاں کو تحریر فرمایا تھا اور جس میں آپ نے اس کا ذکر کیا ہے کہ معاملۂ عروج سالک اسمائے مبادی تعینات مشائخ کو ایک مثال کے ساتھ واضح کیا ہے۔ وہ رقیمہ یہ ہے :

ب

ارباب معقول (فلسفی) کہتے ہیں کہ دخان اجزائے ارضیہ و اجزائے ناریہ سے مرکب ہوتا ہے۔ جب دخان اوپر کو صعود کرتا ہے۔ تو اجزائے ناریہ کے ساتھ اجزائے ارضیہ بھی صعود کرتے ہیں۔ اگر دخان قوی ہے تو اس کا صعود کرۂ نار تک ہوتا ہے۔ اس وقت اجزائے آبی و اجزائے ہوائی سے بالاتر ہے کیونکہ اُن کا تفوق باعتبار قاسر کے ہوا ہے نہ بالذات ہر چند اجزائے ارضیہ ہبوط کریں اور اپنے مرکز طبعی تک نہ پہنچیں۔ تب بھی اُن کا مقام آب و ہوا سے فروتر ہی ہوگا۔ اسی طرح سالک کا عروج بھی باعتبار قسرِ قاسر ہے۔ اور وہ قسر قاسر افراط حرارت محبت اور قوت جذبۂ عشق ہے اور بالذات اس کا مقام تحت مقامات اکابر ہے :

یہ جواب جو بیان کیا گیا ہے منتہی کے مناسب حال ہے۔ لیکن ابتدا میں توہم پیدا ہوتا ہے اور خود کو مقامات اکابر میں پاتا ہے۔ اُس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ایک مقام کے لئے ابتدا و توسّط میں ظل و مثال ہے۔ مبتدی و متوسط جب ان ظلال تک پہنچتا ہے خیال کرتا ہے کہ اُس نے مقامات اکابر میں شرکت پیدا کی، حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ اس جگہ اشتباہ ظل ہے نفس شے کے ساتھ اللھم ارنا الحقائق الاشیاء کما ھی وجنبنا عن الاشتغال بالملاھی بحرمة سید الاولین والآخرین وعلی آلہ وصحبہ من الصلوٰة والتسلیمات اتمہا واکملہا :

شیخ مزمل رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت خواجہ صاحب کے قدیم مخلصوں میں سے تھے اکثر سفر و حضر میں آپ کی خدمت میں رہے ہیں۔ اور آپ کے الطاف و عنایات خاص سے مشرف و ممتاز ہوئے ہیں۔ حسن اخلاق و مکارم اوصاف میں یگانۂ روزگار تھے اور انکسار و ایثار نفس

میں بھی منفرد وقت تھے +

آپ نے خود اپنا حال عرض کرتے ہوئے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ایک عرضداشت تحریر کیا ہے :۔

شیخ مزمل اخود کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا اور تعلق کو ہر جگہ پاتا ہے ۔ اور اشیاء کو سراب بے اعتبار کی طرح جانتا ہے ۔ بلکہ انہیں ہیچ پاتا ہے۔ انتہٰے کلامہ الشریف +

اس کے بعد برسوں تک آپ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں رہے اور تعلیم کے مجاز ہوئے +

بعض مکاتیب میں جو حضرت خواجہ صاحب نے اس مخلص کو تحریر فرمائے ہیں اُن میں مرقوم ہے ۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر میسر ہو، مغتنمات سے شمار کرنا چاہیئے اور خود کو ان کے سپرد کر دینا چاہیئے ۔ شیخ مزمل کی صحبت بھی آپ کے لئے غنیمت ہے اُن کی امثال ونظر عزیز الوجود اور اعز من کبریت الاحمر ہیں۔ انتہٰے +

آپ کے بعض مخلصوں سے سُنا گیا ہے کہ ایک روز آپ بیابان کی طرف سیر وشکار کے لئے گئے ہوئے تھے اتفاق سے ایک غار کے قریب آئے اور پیر پھسلنے سے اُس میں گر گئے اور اُس میں سے نکل بھی نہ سکے ۔ کسی کو اس واقعہ کی اطلاع نہ تھی ۔ خواجہ صاحب اس وقت سرہند تشریف رکھتے تھے ۔ صورت واقعہ آپ کی نظر انور کے سامنے گذری ۔ فرمایا معلوم ہوتا ہے ۔ شیخ مزمل کسی ہولناک جگہ گر گئے اور دست وپا مارتے ہیں لیکن نکل نہیں سکتے +

چند روز کے بعد اس واقعہ کی اطلاع آپ کی خدمت میں پہنچی درویشوں اور مخلصوں کے مزید اعتقاد کا سبب ہوا +

آخر ایک صحرائی نے آپ کو دیکھا اور لوگوں کو جا کر خبر کی ۔ اُنہوں نے آ کر آپ کو غار سے نکالا +

آپ نے ۱۰۲۶؁ھ ہجری کو اس جہان سے انتقال کیا حضرت خواجہ صاحب نے آپ کے انتقال پر، درد والم کا اظہار کیا اور فاتحہ ودعا سے یاد وشاد فرمایا +

شیخ طاہر بدخشی سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ سپاہی تھے۔ جب ایک دفعہ فوج ایک قلعہ کی طرف متوجہ ہوئی اثنائے راہ میں شب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور دیکھا حضرت صدیق اور آپ کے دیگر خلفاء و اصحاب حاضر خدمت ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ اس سفر کے بعد تم سپاہ سے الگ ہو جاؤ اور فقر و تجرید اختیار کرو۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو خرقہ پہنایا +

جب خواب سے بیدار ہوئے تو ان کا عزم بالجزم ہو گیا۔ بعد مراجعت جب لشکر ایک جزیرہ خارستان و اشجارستان پر پہنچا۔ تو آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور اس خارستان میں چلے گئے۔ خادم نے جانا کہ شاید پاخانہ پیشاب کو جاتے ہیں۔ بہت دیر تک انتظار کیا۔ جب دیکھا کہ اب تک واپس نہیں آئے۔ رفیقوں نے تلاش کیا۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ آپ ایک دہقان سے ملاقی ہوئے۔ اپنا لباس اسے دیدیا اور اس کی گدڑی لیکر پہن لی۔ اور اس طرف کے درویشوں کی صحبت میں پہنچے۔ لیکن چونکہ ان کے متعلقین کے نزدیک ان کی حیات و ممات مجہول تھی۔ اس لئے آپ گھر آئے اور اپنی زوجہ سے کہا۔ میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ زوجہ نے کہا مجھے تم سے اتفاق ہے۔ گدڑی پہن لی اور عصا ہاتھ میں لیا اور کمر ہمت باندھ کر شوہر کے ساتھ ہو گئی۔ دونوں اس دیار کے ایک صاحب دل کی خدمت میں پہنچے +

صاحب دل نے کہا تمہارا نصیب نقشبندیوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے دہلی اور لاہور کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ چونکہ ان دنوں طریقہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی ہر طرف شہرت ہو رہی تھی۔ اس لئے آپ دہلی روانہ ہوئے لیکن قبل از ینکہ آپ دہلی پہنچیں حضرت خواجہ صاحب سرائے باقی کی طرف رحلت فرما ہوئے +

آپ یہ خبر سنکر حیران ہوئے۔ آخر کار ازلی توفیق نے ہمارے خواجہ صاحب کی طرف جو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے بڑے جانشین تھے، رہنمائی کی + چنانچہ آپ خواجہ صاحب کی خدمت حاضر ہو کر ذکر و انابت سے مشرف ہوئے

سنا گیا ہے کہ آپ مدت تک جلوات و خلوات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک مشاہدہ کرتے رہے ہ

کہتے ہیں کہ چونکہ آپ ترک و سادہ لوح تھے۔ بعض احوال و مکاشفات اس طریق سے بیان کرتے کہ آپ تبسّم کرتے اور کبھی کبھی آپ اس اثنا میں ہاں۔ کیوں نہیں وغیرہ کلمات زبان پر لاتے اور سر ہلاتے۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ آپ بہت خوش ہوئے ہیں بعض اوقات آپ یہ بھی فرماتے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرار مولانا طاہر پر وارد ہوئے ہیں اور ہم اُن کے مترجم ہیں ہ

بالجملہ جب آپ احوال و جذبات خاص سے آراستہ و پیراستہ ہو گئے تو حضرت خواجہ صاحب نے اجازت تعلیم دی اور شہر جونپور روانہ کیا۔ لیکن آپ نے معلوم نہیں کیوں ایسا کیا کہ اپنی گفتگو نشست و برخاست میں ایسا طریقہ اختیار کیا کہ لوگ اُنہیں ملامتیہ سے جانیں۔ یہی وجہ ہے کہ طالب علموں نے آپ کی طرف بہت کم رجوع کیا ہے ہ

جن دنوں کہ حضرت خواجہ صاحب اجمیر میں تشریف رکھتے تھے۔ راقم الحروف بھی خدمت میں حاضر تھا۔ مولانا کا عریضہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اُس میں مرقوم تھا کہ طالبوں کو اس فقیر کی طرف رجوع نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عجب مرد سادہ دل ہے۔ چاہیئے کہ جس کسی کو حق سبحانہٗ و تعالےٰ بھیجے اُس کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو جائے اور خالصًا لوجہ اللہ مصروف و مشغول ہو اور چاہیئے کہ طالبوں کی کشش و توجہ کے لئے ایسی راہ اختیار نہ کرے جس میں ملامت کو دخل ہو۔ چنانچہ آپ نے بعض مکاتیب میں ایسا ہی تحریر بھی فرمایا ہے ہ

ب

بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو گرداب ضلالت سے نکال کر راہ حق کی طرف لائیں اور خود بھی طالبوں کی طرح مشغول رہیں اور ترقی کریں اور کوشش کریں کہ مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہوں نہ کہ اجازت تو تہم و تخیل میں ڈالے اور مقصود سے باز رکھے۔ انتہٰے ہ

ایک اور مکتوب بھی حضرت خواجہ صاحب نے مولانا موصوف کے نام نامی

تحریر فرمایا ہے جو بطریق اجمال احوال کا آئینہ جمال ہے اور وہ یہ ہے

ب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطاھرین ہم فقیروں پر لازم ہے کہ ہمیشہ افتقار و انکسار تضرع ۔ التجا۔ ادائے وظائف عبودیت ۔ محافظت حدود شرعیہ اور متابعت سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کرتے رہیں تحصیل حسنات وخیرات میں نیتوں کی اصلاح کریں۔ باطن میں اخلاص ظاہر میں تسلیم اختیار کریں۔ اپنے عیوب و ذنوب کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور انتقام علام الغیوب کا دل میں خوف رکھیں حسنات اگرچہ کثیر ہوں قلیل جانیں اور سیئات کو کثیر شمار کریں اور ان کے مشتہر ہونے سے ترساں ولرزاں رہیں +

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام بحسب امرأ من الشران تشار الیہ بالاصابع فی دین او دنیا الا من عصمہ اللہ +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے کیا یہ شر تھوڑا ہے کہ لوگ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرکے دین و دنیا کے معاملہ میں اُسے متہم کریں مگر جس کو اللہ تعالےٰ نے اس سے بچا لیا +

اپنے افعال و نیات کو چاہئے ہمیشہ متہم کرتے رہیں اگرچہ صبح صادق کی طرح وہ ظاہر و باہر ہی کیوں نہ ہوں۔ اور احوال و مواجید سے بے اعتنائی کرتے رہیں ہر چند کہ صحیح و مطابق ہوں تاہم ان پر اعتبار نہ کر بیٹھنا چاہئے۔ اور محض تائید دین و تقویت ملت، ترویج شریعت اور دعوت خلق کی وجہ سے اُنہیں مستحسن نہیں جاننا چاہئے۔ کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر و فاسق سے بھی ہو جاتی ہے +

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ اس دین کی فاجر شخص سے بھی تائید کرا دیتا ہے +

جو مرید بطلب افادہ آئے اور ارادہ مشغول رکھے اُس سے خوف کرنا چاہئے کہ مبادا اس راہ سے بطریق استدراج اُس کی خرابی ظاہر کریں اور اگر مریضوں اور مریدوں کے آنے سے اپنے نفس میں فرحت و سرور پائیں تو اُسے کفر و شرک جانیں اور

ندامت و استغفار سے اُس کا تدارک کریں کہ اُس سرور کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ بلکہ بجائے فرح کے حزن و غم پیدا ہو۔ اور مریدوں کو خوب تاکید کریں۔ اور مریدوں کے مال میں کوئی طمع نہ رکھیں اور اُن سے منافع دنیوی کی کوئی توقع نہ رکھیں۔ کیونکہ مریدوں کے لئے مانع اور باعث خرابی ہے۔ کیونکہ جو کچھ کہ وہاں ہے دین خالص کو چاہتا ہے الا للّٰہ الدین الخالص شرک کو اُس کی جناب میں ہرگز گنجائش نہیں +

اور جان لیں کہ جو کدورت و ظلمت دل پر طاری ہوتی ہے اُس کا ازالہ توبہ و استغفار اور ندامت و التجا سہل ہے۔ مگر جو کدورت و ظلمت کہ از راہ محبت دنیا دل پر طاری ہوتی ہے اُس کا دور ہونا بہت دشوار ہے +

صدق رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم حب الدنیا راس کل خطیئۃ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے +

حق سُبحانہٗ وتعالےٰ ہمیں۔ آپ کو اور سب کو حُب دنیا اور حُبِ ارباب دُنیا اور اُن کے اختلاط و مصاحبت سے بچائے۔ کیونکہ یہ سم قاتل۔ مرض مہلک اور بلائے عظیم ہے +

اخوی ارشدی شیخ حمید اُس حدود میں دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اُن کی صُحبت اور اُن کی باتوں کو غنیمت جانیں والباقی عند التلاق +

مولانا یُوسف سمرقندی رحمۃ اللّٰہ علیہ

آپ بھی حضرت خواجہ باقی باللّٰہ قدس اللّٰہ سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے۔ نہایت خلیق اور سادہ طبیعت تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ صاحب کی ملازمت خدمت اختیار کی۔ اور آپ کے ساتھ سرہند چلے آئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے یُمن برکات سے بہت کچھ ترقیات حاصل کریں۔ لیکن درمیان سلوک ہی میں اُن کی اجل آپہنچی۔ وقت احتضار حضرت خواجہ صاحب آپ کے سرہانے کھڑے تھے۔ بتضرع وحسرت تمام عرض کیا کہ آخری سانس آگئی ہے توجہ فرمائیں کہ مقصد اقصیٰ سے کچھ پاؤں۔ آپ اُن کی نیازمندی کی وجہ سے کشادہ دل

ہو کر متوجہ ہوئے۔ ایک عرصے کے بعد سر اُٹھایا۔ فرمایا، ہاں مولانا یوسف کہو کیا ہوا۔ قدموں پہ سر رکھا آپ نے کہا الحمد للہ دل جس چیز کا طالب تھا۔ جلوہ گر ہوئی۔ یہ کہا اور جان بجاناں سپرد کی۔ رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً ۔

مولانا احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ

برکث کابل و قندھار کے درمیان ایک شہر کا نام ہے۔ آپ اس شہر کے علماء سے تھے۔ آپ کے شہر کا ایک تاجر ہندوستان آیا اور آپ کی آستانہ بوسی سے مشرف ہو کر آپ کے مکاتیب کے کچھ اجزا لیتا ہوا اپنے شہر واپس گیا۔ مولانا نے ان سے اکابر ہندوستان کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے آپ کی تعریف کی۔ اور آپکے مکتوبات کے اوراق آپ کو دئیے۔ مولانا نے بشوق تمام اُن کا مطالعہ کیا اور آپ کے حسن ہدایت آثار سعادت اور آپ کے علو حال سے واقف ہو کر سرہند روانہ ہوئے جب آپ کی خدمت میں آئے تو حضرت خواجہ صاحب نے نظرات توجہات فرمائیں۔ آپ باخلاص و آداب وخدمات تمام حاضر خدمت رہنے لگے۔ چنانچہ ایک ہفتہ ہی میں محض آپ کی عنایات و توجہات درجہ کمال و اکمال کو پہنچے۔ اور اجازت طریقت تعلیم حاصل کر کے وطن مالوف واپس ہوئے۔ اور وطن پہنچکر ارشاد و ہدایت طریقت میں مشغول ہو گئے ۔

بعد ازاں بذریعہ عرائض اپنے اور مسترشدوں کے احوال عرض کرتے رہے اور اُن کے جواب سے سرفراز ہوتے رہے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب کے اُن مکاتیب سے جو آپ کے نام نامزد کئے گئے ہیں واضح ولائح ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو تحریر فرمایا ہے ۔

ب

ایک روز آپ کے حال کی طرف توجہ کی گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس طرف کے لوگ آپ کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اور آپ کی طرف التجا لاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اس زمین کا مدار بنایا ہے۔ اُس طرف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ الحمد للہ والمنۃ علیٰ ذالک۔ ظہور اس معاملہ کو واقعات سے نہ شمار کریں۔ کہ

مُتعلق یہ بات اشتباہ سے ہوگا۔ بلکہ محسوسات و مشاہدات سے شمار کریں +

اسی طرح ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ "آپ کو مناسب نہیں کہ اپنے احوال اور دوستوں کے احوال کی عدم اطلاع سے رنجیدہ نہ ہوں اور اُسے دلیل نہ سمجھیں۔ دوستوں کے احوال آپ کی آئینہ داری میں کافی ہیں +

نیز جو احوال کہ بطریق انعکاس دوستوں میں ظاہر ہوتے ہیں، آپ کے احوال ہیں۔ اور وہ جو آپ نے اپنے ایک دوست کے احوال لکھے ہیں کہ چند ماہ میں اُس نے ترقیات بسیار حاصل کی ہیں جو کچھ وہ غیبت و بے شعوری میں ارواح طیبہ کو دیکھتا ہے ان میں سے کوئی بھی ترقی کی دلیل نہیں، شعور میں دیکھے یا بے شعوری میں۔ اس راہ کا قدم اول یہ ہے کہ غیر حق سبحانہٗ کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ یہاں تک کہ اُس کے مبدأ فکر و اندیشہ میں غیر حق و تعالےٰ سے کچھ نہ رہے نہ یہ کہ اشیا کو غیر حق و بعنوان ماسوا نہ جانے، بلکہ غیر حق سبحانہٗ کو نہ دیکھے نہ جانے۔ یہی حالت معتبر بقا ہے۔ اور منزل اول ہے منازل طریقت سے و بدونہ خرط القتاد ؎

نیست رہ در بارگاہ کبریا ہیچ کس را تا نہ گردد ایں فنا

ب

ایک مکتوب میں حضرت خواجہ صاحب نے مولانا یوسف برکی کو لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ "جو شہود کہ کثرت مرایا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، لذت بخش شہود تنزیہی ہے کہ روبجبل و غفلت رکھتا ہے اور التذاذ سے بعید ہے۔ شیخ مقتدا کے بغیر اس راہ پر چلنا دشوار ہے +

مولانا احمد برکی کہ عوام اُنہیں علمائے ظاہر سے جانتے ہیں اور خود وہ بھی اپنے اور اپنے دوستوں کے احوال سے بے خبر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو مقام جہل ہے اور اُن کا ایمان علمائے ظاہر کی طرح غیب پر ہے۔ اُن کا باطن بوجہ علو فطرتی کے ملتفت بہ شہود کثرت آمیز نہیں ہوا ہے۔ اور نہ ظاہر تنزلات صوفیہ پر مفتوں ہوا ہے۔ اُن کا وجود اُس دیار میں غنیمت ہے جس حال کے حصول کی آپ نے خبر دی ہے، ابھی دیر ہے کہ وہ حاصل ہو۔ فقیر کے نزدیک اُس کا مدار مولانا کے بتقدہ وجود پر ہے۔ تعجب ہے اُس طرف کے اہل کشف پر کیونکر مخفی

رہا ہوگا۔ فقیر کے علم میں مولانا کی بزرگی آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ انتہی کلامہ الشریف۔

مولانا نے ۱۰۲۶ھ ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا۔ خواجہ صاحب نے فاتحہ وادعیہ کثیرہ سے آپ کی روح کو شاد کیا۔ اور دیکھا گیا ہے کہ جب مولانا کا ذکر خیر ہوتا آپ اُن کی بہت کچھ تعریف کیا کرتے اور الطاف خاص کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے۔

مولانا کے دوستوں کو آپ نے تعزیت نامہ لکھتے ہوئے تحریر فرمایا تھا اللہ تعالےٰ مولانا کی مغفرت کرے۔ مولانا مرحوم کا وجود اس وقت مسلمانوں کے لئے ایک آیت تھا آیات اللہ سے۔ اور رحمت تھا رحمتہائے حق سبحانہٗ سے اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہٗ۔

مولانا محمد صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ صاحب کے قدیم اصحاب سے تھے۔ انکسار و افتقار اور غربت وخاموشی کے ساتھ موصوف تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے اس راہ کی طلب پیدا ہوئی اکثر مشائخ سے جو قرب جوار میں تھے ملا لیکن کوئی کشش پیدا نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک جمعہ کو آگرہ کی جامع مسجد میں مَیں نے حضرت خواجہ صاحب کو دیکھا اور بمجرد دیکھنے کے میرے دل میں کشش پیدا ہوئی، خدمت میں حاضر ہوا۔ اور التماس تعلیم ذکر کیا۔ چنانچہ میرا یہ التماس درجہ قبولیت کو پہنچا۔ مدت تک میں آپ کے آستانہ پر بسر کرتا رہا لیکن کم استعدادی کے باعث کوئی فتح وکشائش رونمود نہیں ہوئی بخلاف دوسرے خادموں کے اس حال سے میں نہایت حیران وگریاں تھا کہ ماہ رمضان المبارک آیا۔ آپ اعتکاف میں بیٹھے۔ جب آپ نے دست مبارک دھوئے تو مَیں غسالہ لیکر تنہائی میں گیا اور اُسے پی گیا۔ اُس دھوئے پانی نے میری مستی شراب کو بڑھا دیا۔ اور بمجرد پینے کے فتح وکشائش رونمود ہوئی۔

جب مولانا بہ یمن وتوجہ حضرت خواجہ صاحب درجۂ کمال کو پہنچے اجازت تعلیم طریقت سے مشرف ہوئے۔ بہت سے طالبوں کو فیض پہنچایا۔

راقم الحروف نے بارہا حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے آپ کی تعریف سُنی

چنانچہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ "مولانا صالح نے سیر صفات و تجلیات صفاتیہ سے بہرہ تمام حاصل کیا ہے"۔ چنانچہ خود مولانا کے اس عریضہ سے بھی یہ امر ظاہر ہے +

ب

کترین خاک روبان آں مقدس درگاہ محمد صالح عرض خدمت کرتا ہے کہ بعدہٗ آں بندگان درگاہ احوال و اوضاع حسب مدعائے مخلصان ہیں۔ ہمیشہ تجلیات سے مشرف ہوتا ہوں۔ اور ہر تجلی میں فنائے خالق حاصل ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تجلی کے آگے اور کوئی تجلی نہ ہوگی +

ان تجلیات سے بے نہایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ سیر فی الصفات واقع ہے۔ اور چونکہ ازراہ تفصیل بمطلوب تک پہنچنا دشوار ہے۔ اس لئے اُمید اس درگاہ سے یہ ہے کہ جب اس ناقابل کو خاک ذلت سے اُٹھایا ہے اور اُن احوال بلند کے ساتھ مشرف کیا ہے۔ جو اس کم استعداد کے وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ لہذا اب بھی توجہ خاص الخاص سرفراز فرمائیں کہ غایت الغایات کو پہنچوں اور مقصد سے چھٹکارا پاؤں اور اپنی مراد سے بامراد ہوں۔ اور غیر مرضئے حق سبحانہ و تعالےٰ کے سوا قولاً و فعلاً و نظراً کوئی شے وقوع میں نہ آئے۔ اور یہ بے توجہات و عنایات جناب صورت پذیر نہیں ہوسکتا۔ اُمید ہے کہ اس وسیلے رحمت بیکران سے سیراب کریں اور اس تمام فضولیت سے اس غریب کو اخلاص و محبت کے ساتھ راسخ رکھیں۔ کہ متضمن جمیع سعادات ہے۔ اللہ تعالےٰ جناب کے سایۂ تربیت کو خلق اللہ کے سر پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد۔ انتہےٰ +

مولانا نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے وظائف یومیہ و لیلیہ باشارہٗ تائید حضرت مخدوم زادہ ایک جا جمع کئے ہیں۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے ان کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو علم کے لائق اقتدا ہے وہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعمال ہیں۔ جو کتب احادیث میں مذکور ہیں، وہاں ڈھونڈنا چاہئے +

عرض کیا، جناب کا عمل بھی تو وہی سید و انس و جاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہے +

فرمایا، آپ بھی ایسا ہی کیا کریں۔ لیکن اچھی طرح ملاحظہ کریں کہ جو موافق سنت قولی و فعلی ہو اُس پر عمل کریں اور جو موافق سنت قولی و فعلی نہ ہو اُس میں توقف کریں۔ مولانا نے ہماری اس تالیف سے کچھ زمانہ پہلے ۱۰۲۳ ہجری میں انتقال کیا۔

مولانا محمد صدیق کشمی سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ بدخشان کے قریب کے رہنے والے ہیں، عنفوان شباب میں ہندوستان آئے۔ چونکہ شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس لئے محب الفقراء عبدالرحیم الشہیر خانخاناں کی صحبت اختیار کی۔ خانخاناں کو اس گروہ سے خاص تعلق تھا۔ اسی ضمن میں مولانا حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ اور آپ کی خدمت میں انابت کرکے تعلیم ذکر اخذ کی۔

خواجہ صاحب قدس سرہٗ اکثر آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔

خود میں نے مولانا موصوف کی زبانی سُنا ہے کہ ایک مرتبہ ہم کئی درویش عید کے دن صبح کو ہم خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ گھر ہی سے شیشۂ گلاب ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حاضرین میں سے مجھے اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر میرے اوپر گلاب چھڑکا، میرے لئے یہ جمعیت بخش خاطر پریشاں ہوا۔

مصرعہ زند بر روے بخت خفتہ آبے   زداماں تو ہر راشح گلابے

لیکن حضرت خواجہ صاحب کے زمانہ میں آپ باقتضائے شباب و شغف شعر خوانی، کامرانی سے پُورے آراستہ نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے آپ نے خود کو ہمارے خواجہ صاحب کے سپرد کیا اور ملتزم شرف صحبت ہوئے۔ اور پہنچے جہاں تک کہ پہنچو۔

آپ نے مولانا محمد صالح کولابی کے ایک مکتوب میں آپ کے احوال سے اس طرح خبر دی ہے:-

مولانا محمد صدیق بعنایت اللہ سبحانہٗ ولایت خاصہ سے مشرف ہوئے ہیں اور اسم جزئی سے اسم کلی تک پہنچے ہیں، مع ذلک۔ تنزل تفوق رکھتے ہیں اور اس سے بھی نصیب حاصل کیا ہے۔ شاید رجوع کی رغبت کریں۔ واللہ یختص برحمتہٖ من یشاء۔ انتہٰے۔

سنہ ۱۰۲۳ ہجری میں آپ ایک جماعت متعلقین کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کو گئے۔ مراجعت کرتے ہوئے اول آپ دہلی آئے۔ چونکہ زاد راہ آپ کے پاس قلیل تھا اس لئے آپ نے اس سفر میں فقر و فاقہ کی تکلیف بہت اُٹھائی اور علٰے قدر النصیب دولت اجر سے مشرف ہوئے ٭

رسالہ مبدأ معاد کے حضرت خواجہ صاحب نے چند فقرات اپنی بیاض خاص میں لکھے تھے آپ نے اُنہیں ایک جگہ جمع کیا ٭

مکتوبات میں حضرت خواجہ صاحب کے آپ کے نام بہت سے مکتوبات ہیں آپ کو حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ خاص عشق تھا جس زمانہ میں آپ سفر حجاز میں تھے خواجہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں بعض غیر حاضر دوستوں کی طرف متوجہ ہوا۔ مولانا محمد صدیق نظر آئے۔ وہ محبت و اخلاص تمام سے ہماری طرف متوجہ ہیں ٭

اس تالیف کے اثنائے تحریر میں آپ بدخشان و ماوراءالنہر کی سیر میں تھے۔ اللہ تعالےٰ ہر جگہ آپ کو خوش و خرم رکھے۔ آپ حضرت خواجہ صاحب کے علوم و معارف سے واقفیت تمام رکھتے ہیں۔ اور شعر و سخن میں کامل ملکہ رکھتے ہیں۔ حقائق صوفیہ کے متعلق حضرت مولانا روم کی مثنوی کی طرز پر آپ نے ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی نظمیں ہیں ٭

ایک نظم آپ نے خسرو شیریں کی طرز پر لکھی ہے چنانچہ اس کے چند اشعار جو مناسب حال ہیں اس جگہ لکھے جاتے ہیں ٭

بہ تنہائی چنیں خیل و حشم چیست — و زیں تنہا نشستن با صنم چیست
نگم من در سگی معذور باشم — بدیں عذر از خلائق دور باشم
غلط گفتم اگر سگ نیز ایں باز — کہ خود را کردہ ام نسبت باو باز
ز ننگ ایں سخن افغاں برآرد — کہ بدعہدی زما خود را شمارد
سگاں خود صاحب خود را شناسند — بجز از ناشناسائی ہراسند
نہ خود را نے شناسیم نے خدا را — چرا بدنام سازد وصل ما را
دریں مدت کہ عمر من بسر شد — نہ از کفرم نہ از دینم خبر شد

خوانم ہر چہ ملت ریستم من | نہ سگ نہ آدمی ہیچ کیستم من

کلام حقائق آمیز آپ کے صحت حال و درجات کی دلیل ہے۔ آپ کے بہت سے عرائض بھی ہیں۔ از انجملہ یہ عریضہ ہے جو آپ نے مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہٗ اللہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔

ب

اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا ومولٰنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد صلوٰۃ تدخلنا بھا فی حفظ عنایتک۔ عرضداشت کترین فدوی محمد صدیق کی یہ ہے کہ یہاں پر سب آستانہ بوس خادمان درگاہ مرادبخش کے آرزومند ہیں۔ ہرچند کہ بے دست و پا ہو گیا ہوں۔ لیکن بامداد شوق گاہ گاہ حرکۃ المذبوح کر کے صاحبان دین و دنیا کو یاد کرتا ہوں اور عنایت بیغایت آں قبلہ گاہ و دلان بیشہ نعمتہائے عظیمہ کی اُمید رکھتا ہوں اور اپنی استعداد کے مطابق اُس خوان نعمت سے ریزہ چینی کرنے کا خواستگار رہا ہوں ہر چند از کار رفتہ ہوں لیکن بیخود و بیخود زمزمہ سرائی کرتا ہوں۔ اس لئے عرض ہے ؎

خوشا وقت آں دلے کہ گاہے سیدہ است | خوش ذرشے ہی بجائے سیدہ است
از فرق تا قدم ہمہ عالم عجب درآ | دستم بہیچ لطف نگارے سیدہ است
خوش و زنگار عیش ہدایت کرد زخود | زعش جنازہ و رنگ جمالے سیدہ است

چند ابیات ایام ضعف میں کہی تھیں اُنہیں عرض کرتا ہوں ؎

طلوع شمس بن از وجہ جہت عالیت | توجہ دلم از رتبہ صفت عالیت
مرا نظر بجمالیست بے حجاب نقاب | فضائے آن نظر از دیدہ منقصت عالیت
وچست دیگنا ہم زمی کز شناسی | حقیقت گنجے کان ز معرفت عالیت
بعلم خویش چہ نازی ہیچ سرمے تا ز | کہ شان جہل من از طور معرفت عالیت

حضرت قبلہ دام سلامت! جو کچھ مقصد ہے اُسے آنکھوں سے دیکھتا ہوں لیکن الفاظ کو وہاں تک رسائی نہیں کہ بیان کر سکوں۔ اے افسوس میں جن باتوں کو جانتا ہوں کہہ نہیں سکتا۔

مولانا نے اس فقیر سے بیان کیا کہ ایک درویش لق پوش کہ آثار ذوق وجدان اور آثار تجرید و تفرید اُس کے چہرہ پر نمایاں تھے، مجھ سے مُلاقی ہوا۔ پوچھا کہ تمہیں کس سے ارادت حاصل ہے۔ میں نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا نام مبارک لیا۔ کہنے لگا

تم نے خواجہ صاحب کی کوئی کرامت بھی دیکھی۔ جو کچھ میں نے دیکھا تھا عرض کیا۔ تو اُس نے کہا کہ میں نے آپ کی ایک خارق عجیب و غریب دیکھی ہے ✦

جب میں نے آپ کے اوصاف حمیدہ سُنے تو میں سرہند پہنچا۔ کچھ رات گذری تھی کہ میں شہر میں داخل ہوا۔ اُس وقت میں نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے ایک مسجد میں ٹھیر گیا۔ ایک ہمسایہ مسجد کو جو اطلاع ہوئی تو وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور بڑی مہربانی کی ✦

اثنائے گفتگو میں میں نے اُن سے خواجہ صاحب کے حالات بھی دریافت کئے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ آپ کے مخالفین میں سے تھا۔ اس لئے آپ پر اُس نے طعن کرنا شروع کی۔ مجھے حیرت ہوئی اور میں سخت پریشان ہوا۔ اور باطن میں حضرت خواجہ صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔ تو دیکھا کہ آپ شمشیر بکف دروازہ سے آئے اور اُسے پارہ پارہ کیا۔ مجھے سخت دہشت ہوئی اور آپ کے پیچھے پیچھے باہر آیا تو آپ کو نہ دیکھا ✦

اس کے بعد گھر میں واپس جانے کی تو مجھے جرأت نہ ہوئی اور نہ میں یہ سمجھ سکا کہ یہ معاملہ کیا تھا۔ علے الصباح آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن خوف و دہشت مجھ پر اُسی طرح طاری تھا۔ آپ نے مجھ سے معانقہ کیا۔ اور فرمایا ماصفی باللیل لم یذکر فی النہار یعنی جو واقعہ شب کو گذرا اب اُس کا ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ آج تک تمہارے سوا کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا ✦

شیخ عبد الحئ سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ اصفہان کے رہنے والے تھے، خاموش و مسکین صفت آدمی تھے اور فضائل سے نصیب کامل رکھتے تھے۔ برسوں آپ کے آستانہ پر رہے اور درجات و مقامات کو پہنچے۔ خواجہ صاحب آپ پر بھی توجہات و عنایات خاص رکھتے تھے۔ آپ کے نام کے بھی مکتوبات میں بہت سے مکاتیب ہیں۔ جنہیں باجازت حضرت مخدوم زادہ سلمہ اللہ تعالےٰ ایک جگہ جمع کیا ہے ✦

آپ کو حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے اجازت خلافت دیکر شہر پٹنہ روانہ کیا تھا۔ آپ وہاں پہنچکر شیخ نور محمد پٹنی کی رفاقت میں جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

افادہ وافاضہ طالبین میں مشغول ہو گئے +

آپ کا شیوہ و طریقہ اس شہر میں پسندیدہ اور اچھا رہا +

حضرت خواجہ صاحب نے ایک مکتوب میں آپ کے احوال شیخ نور محمد معصوم کو اس طرح تحریر فرمائے ہیں :-

شیخ عبدالحی آپ کے ہم شہر ہیں اور آپ ہی کے قرب و جوار میں آتے ہیں نسخۂ علوم و معارف غریبہ ہیں - طریقت کی بہت سی ضروری باتیں ان کی تربیت میں موقع ہیں دوستان دور افتادگان کو ان کی ملاقات غنیمت ہوگی کہ نو آمدہ ہیں اور نئی چیزیں ساتھ لاتے ہیں - فنا و بقا سے اُن کے پاس نشان ہے اور جذبہ و سلوک کا ان کے پاس بیان ہے - بلکہ ماورائے فنا و بقا سے بھی تعارف رکھتے ہیں اور گذشت جذبہ و سلوک مقررے سے بھی آگاہ ہیں - کر سکتے ہیں کہ وہاں تک اُن کی گذر ہے - بہت سے معارف ان کے گوش زدہ ہیں - جہاں تک ممکن ہو ان سے استفسار کر کے دریافت کریں - واللہ سُبحانہ الموفق +

مولانا یار محمد القدیم الطالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کو قدیم اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد ایک اور یار محمد بھی حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچے ہیں جو جامع مکاتیب شریف اول ہیں - اس لئے آپ کا لقب قدیم پڑ گیا +

آپ قائم اللیل صائم النہار شخص ہیں - آپ کثیر السکوت و کثیر المراقبہ اور حسین و جمیل ہیں اور حضور آپ کی پیشانی سے ظاہر و باہر ہے +

ایک روز آپ نے بیان کیا کہ میں اپنی وجاہت اور ڈاڑھی بڑی ہونے پر بہت شاکر ہوں - جب بازاروں سے گذرتا ہوں لوگ مجھے دیکھتے ہیں اور درود پڑھتے ہیں - آپ نہایت غربت اور فقر و فاقہ کے ساتھ متوجہ حرمین شریفین ہوئے - جب اس مبارک و کثیر البرکت سفر سے واپس آئے تو ایک روز تنہائی میں فقیر سے بیان کیا کہ محل بیانی میں جو ہودج جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے طیار کیا گیا تھا، لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں - چنانچہ جب میں نے اس کی زیارت کی تو میں نے

با نوار و آراستگی تمام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُس میں بیٹھا دیکھا۔ سرور و حلاوت کے باعث از خود رفتہ ہوکر رقص کرنے اور کودنے لگا۔ حاجی متعجب ہوئے اور بعض عرب کہنے لگے ھذا نعم مجنون یہ کیا اچھا مجنوں ہے اور مَیں زبان حال سے یہ بیت پڑھتا تھا۔

گر ایں لیلے از خیمہ بیروں شود بسا کوہ و صحرا کہ مجنوں شود

ب

اجازت خلافت کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے ایک مکتوب بھی تحریر فرمایا اور وہ مکتوب یہ ہے:۔

مکتوب مرغوب اخوی اعزہ مولانا یار محمد قدیم وصول ہوکر باعث فرحت ہوا الحمد تعالےٰ آپ کو انتہائے کمال و تکمیل کو پہنچا۔ بحرمتہ النبی المختار و آلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ آپ نے مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اس مقولہ کہ "تا زینے کہ در کنار من بُود حق بودہ است" کی بابت سوال کیا تھا کہ آیا ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں۔ معلوم ہو کہ اس قسم کے واقعات اس راہ میں بہت واقع ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات معدن تجلی صوری ہیں کہ صاحب معاملہ اُس صورت تجلی کو حق جان لیتا ہے۔ ہرچند کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ اس سے پاک و برتر ہے۔ بات وہی ہے جو شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ ہمدانی نے فرمایا ہے تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ چونکہ آپ کو اجازت تعلیم طریقت دی ہے۔ اس لئے اس بات میں بعض فوائد قلمبند کئے جاتے ہیں۔ آپ گوش ہوش سے استماع فرمائیں اور عمل کی کوشش کریں۔

معلوم ہو کہ جو طالب بارادت آپ کے پاس آئے اُس کی تعلیم طریقت میں بہت تامل کرنا چاہئے۔ مبادا کہ اس ضمن میں آپ کا استدراج اور آپ کی خرابی منظور ہو اور بالخصوص اُس وقت کہ مرید کے آنے سے فرحت و سرور پیدا ہو۔ چاہئے کہ اس باب میں التجا و تضرع اختیار کریں۔ یہاں تک جب یقین کامل ہو جائے تب تعلیم طریقت کے لئے سمجھنا چاہئے۔ اور جاننا چاہئے کہ استدراج و خرابی مراد نہیں ہے۔ کیونکہ بندگانِ حق سبحانہٗ وتعالےٰ میں تصرف کرکے بدون اذن الٰہی اپنا وقت اُن کے پیچھے غارت نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ آیہ کریمہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّھِمْ اس پر دلالت رکھتی ہے۔ جو اجازت کہ آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے وہ شروط بشرائط

اور مربوط بحصول رضئی حق سبحانہٗ وتعالٰے ہے ۔ ہنوز وہ وقت نہیں آیا ہے کہ سب کو مطلق اجازت دیدیجائے ۔ اس وقت کا انتظار کریں اور شرائط کی پوری پوری رعایت کرتے رہیں ۔ یہی بہترین شرائط ہے ۔ میر صاحب کو بھی یہی لکھا ہے ۔ آپ کو ان سے معلوم ہوجائیگا ۔ بالجملہ سعی کریں کہ وہ وقت آئے اور تنگئے شرائط سے آپ چھٹکارا پائیں والسّلام ✤

مولانا قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مریدوں سے ہیں لیکن آپ کی تربیت حضرت خواجہ صاحب کے حوالے تھی ✤

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے ایک عریضہ میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں آپ کا حال اس طرح تحریر کیا ہے :۔

حال مولانا قاسم علی بہتر ہے اور غلبۂ استغراق استہلاک میں ۔ مقامات جذبہ سے فوق قدم رکھا ہے ۔ اوّل صفات کو اصل سے دیکھتے تھے اور اب صفات کو خود سے جدا دیکھتے ہیں ۔ اور خود کو الگ پاتے ہیں ✤

اس عریضہ میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل سے نصیب ہے ۔ اسی طرح اس جگہ بعض دوستوں کا بھی اس مقام سے نصیب معلوم ہوتا ہے ۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال ✤

شیخ حسن برکی

آپ مولانا احمد برکی کے تلامذہ سے تھے ۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں آکر انابت ذکر و مراقبہ سے مشرف ہوئے ۔ اور آپ کی توجہات وعنایات اور صحبت بابرکت سے بہرہ ور ہوکر اپنے وطن مالوف واپس جاکر مولانا موصوف کی خدمت وصحبت میں گذران کرنے لگے ✤

چنانچہ مولانا احمد برکی نے ایک مکتوب میں آپ کی نسبت تحریر فرمایا ہے کہ شیخ حسن آپ کے ارکا دولت سے ہیں اور آپ کے معاملات میں آپکے ممد و معاون

ہیں۔ بالفرض اگر آپ کہیں سفر کو جائیں تو وہ آپ کے نائب مناب ہیں۔ آپ اُن کے حق میں التفات توجہ مرعی رکھیں اور کوشش کریں کہ علوم دینیہ سے بہت جلد فارغ ہو جائیں۔ ہندوستان کا اُن کا یہ سفر اُن کے اور نیز آپ کے لئے غنیمت ہے رزقنا اللہ و رزقکم الاستقامۃ انتہٰی ؛

اس کے بعد تھوڑے ہی زمانہ میں مولانا احمد نے سفر آخرت اختیار کیا۔ جب حضرت خواجہ صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے مولانا کے دوستوں کو تحریر فرمایا کہ طریق ذکر و مراقبہ اور حلقۂ مشغولی میں مرحوم کے اوضاع و اطوار کو پوری طرح مرعی رکھیں کہ کسی قسم کا فتور پیدا نہ ہو۔ یاران طریقت جمع ہو کر بیٹھیں اور فانی ہو جاویں تاکہ اثر صحبت ظاہر ہو فقیر نے قبل ازیں بر سبیل اتفاق تحریر کیا تھا کہ اگر مولانا کہیں سفر اختیار کریں تو شیخ حسن کو اپنی جگہ نصب کریں۔ قضائے الٰہی میں یہ سفر مراد تھا۔ اب پھر میں مقرر لکھتا ہوں کہ شیخ حسن کو اس امر کی متابعت اور نیز یاران طریق پر یہ امر دشوار و گراں نہ گذرے۔ کیونکہ یہ امر ہمارے یاروں کے اختیار میں نہیں اور اطاعت و انقیاد ضروری ہے ؛

طریق شیخ حسن مولانا کے طریق سے بہت مناسبت رکھتا ہے اور آخر میں مولانا نے جو نسبت ایں جانب سے اخذ کی تھی اُس نسبت میں بھی شیخ حسن شریک ہیں اور دیگر یاران طریقت اس سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں ہر چند کہ وہ کشف و شہود کیوں پیدا نہ کرلیں انتہٰی کلامہ الشریف ؛

بالجملہ حسب الامر آپ کے سر حلقۂ مولانا احمد شیخ حسن قرار پائے اور افادہ و افاضہ میں مشغول ہوئے۔ اور حضرت خواجہ صاحب اور اپنے اُستاد کا شیوہ و طریقہ اختیار کیا اور مراقبہ و مجاہدہ و دفع بدعت میں ہمت مصروف کی اور یہاں تک ترقی کی کہ مقامات رفیعہ کو پہنچے۔ چنانچہ آپ کے ایک عریضہ سے جو آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ارسال کیا تھا، ظاہر ہے۔ اس عریضہ میں آپ نے بعض اصطلاحات صوفیہ کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور آخر میں لکھا تھا کہ جو معارف اس بے بضاعت کو تسلی دیتے ہیں وہ معارف شرعیہ ہیں۔ گویا ہر ایک حکم احکام شرعیہ سے ایک دریچہ ہے جو شہر مقصود سے ملا ہوا اور گویا ایک نشان ہے شاہ بے نشان سے اور یہی آنکھوں کے سامنے ہے ؎

ما بہ سفر میرویم عزم تماشا کراست   ما بر او میرویم کز ہمہ عالم دراست

ب

خواجہ صاحب کو آپ کے اعتراضات گراں گذرے۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا
آپ کے اعتراض نافہمی کی وجہ سے ہیں۔ ہرگز آپ اس قسم کے اعتراض کرنے کی جرأت
نہ کریں اور غیرت حق سُبحانہٗ و تعالےٰ سے خوف کھائیں۔ مدعیان وقت ظاہراً آپکی شورش
میں لاتے ہیں۔ بزرگوں کا ملاحظہ ضروری ہے۔ اگر آپ متبعیوں کے محدثات ومخترعات
پر بحث کرتے تو اس کی گنجائش تھی۔ لیکن جو امر قوم کے نزدیک مقرر و مسلم ہو چکا ہے،
اس میں بحث کرنا نامناسب ہے۔ اور جو آپ نے آخر عریضہ میں لکھا تھا۔ اُس سے
آپ خوش ہوئے۔ اور اُس کی نسبت تحریر فرمایا کہ اس کی اصل فنائے بسیار پر ہے اور
بس عالی ہے۔ اس کے مطالعہ نے محظوظ و مسرور کیا۔ اوّل مکتوب کی ناملائمت زائل کردی
حق سُبحانہٗ و تعالےٰ اس راہ سے مقصود کو پہنچائے۔ انتہےٰ +

سفر اجمیر میں بھی کر بندہ حضرت خواجہ صاحب کے ہمرکاب تھا۔ آپ کا ایک
عریضہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اُس میں آپ نے اپنے مکاشفات بلند و
احوال ارجمند تحریر کئے تھے اور رفع بدعات کے متعلق اپنے شوق و ہمت کا ذکر کیا تھا۔
یہ عریضہ ملاحظہ کر کے حضرت خواجہ صاحب نے بندہ کو دیا اور فرمایا کہ جس وقت مناسب ہو
اس کا جواب لکھ دینا۔ لیکن بوجہ تردُدات اور شوریدہ حالی کے وہ عریضہ میرے پاس سے
گم ہو گیا۔ مع ذٰلک۔ حضرت خواجہ صاحب نے چند سطور آپ کو تحریر فرمائیں اور آپکے
مکتوبات کی جلد ثالث کا مکتوب صد و پنجم ہے +

مولانا شیخ عبدالہادی بداؤنی

آپ بھی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے اصحاب سے تھے لیکن آپ
کی تربیت ہمارے خواجہ صاحب کے سپرد تھی۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ صاحب کے
برکات صحبت و خدمت سے فضل و کمال سے بہرہ ور ہوئے۔ اور انکسار و افتقار سے
نصیب کامل پایا +

جو عرائض حضرت خواجہ صاحب نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں ارسال کئے
اُن میں آپ نے اپنے مسترشدین کی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی نسبت تحریر کیا ہے

کہ مولانا عبدالہادی نے استغراق لنقطۂ فوق میں پیدا کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ مطلق منزہ حضرت جلّشانہٗ کو اشیا سے بصفت تنزیہ دیکھتا ہوں اور افعال کو حق سبحانہٗ وتعالٰے سے جانتا ہوں۔ انتہٰے +

بعدازاں آپ نے ایک مُدّت مدید حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں گذاری ترقیات وکمالات کو پہنچے۔ اور اجازت تعلیم طریقت سے مشرف ہوئے +

شیخ یوسف برکی

پہلے آپ کو بعض مشائخ وقت کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اور مشرب توحید خیالی رُونمو ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ بذریعہ عرائض حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں آپ کو رسائی حاصل ہوئی۔ چنانچہ ایک عریضہ میں آپ نے اپنے بعض احوال عرض کئے۔ خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا کہ اس قسم کے حالات اوائل میں مبتدیوں کو بہت حاصل ہوتے ہیں۔ اُن کا آپ کوئی اعتبار نہ کریں۔ بلکہ اُن کی نفی کرتے رہیں +

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو بہت بلند احوال رجبندی کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ آپ بہ نیاز وشوق تمام جو کچھ حاصل تھا اُس سے تہی ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند مدت گذار کر نسبتہائے علیہ وعالیہ دیکھیں اور اجازت پا کر جالندھر جو سرہند کے قریب ہی واقع ہے، اقامت اختیار کی +

چند عرصہ کے بعد پھر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زمانہ مفارقت کے احوال بیان کرتے جاتے تھے اور خواجہ صاحب اُن کا جواب دیتے جاتے تھے جیسا کہ آپ کے مکتوبات سے معلوم ہوتا ہے +

ایک دفعہ آپ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب رخصت ہونے لگے تو دیکھا گیا کہ ضبط نہ کر سکے اور بے طاقتانہ گریہ کرنے لگے +

خواجہ صاحب نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ ہم سے نزدیک ہیں اور مدت تک یہاں رہ کر فوائد بسیار اخذ کئے ہیں اور اُن کی حقیقت سے اطلاع پائی۔ مرد مستعد صاحب اخلاص ہیں +

سید محب اللہ مانکپوری

علوم دینیہ سے بہرہ ور ہیں۔ اول قدوۃ المشائخ شیخ محمد فضل اللہ برہانپوری قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ اور مدت تک خدمت گذاری کرتے رہے، یہاں تک کہ اجازت خلافت پائی۔

بعد ازاں مرشدی میر نعمان کی خدمت میں پہنچے اور ذکر طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا چونکہ آپ کی مجلس میں اکثر خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا ذکر خیر ہوا کرتے تھے اس لئے آپ کے دیدار کا شوق غالب ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور آپ کے آستانہ پر مدت گذاری اور بہرہ ور ہوگئے۔

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے ایک مکتوب میں بجناب سیدی سلمہٗ اللہ تعالیٰ تحریر فرمایا کہ سید محب درجات فنا کو پہنچے ہیں۔ مَیں نے انہیں ایک گونہ اجازت دیکر مانکپور بھیجدیا ہے۔ انتہٰے۔

چند عرصہ کے بعد آپ نے اہل وطن کے اذیت کی حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں شکایت کی۔ تو خواجہ صاحب نے آپ کو لکھا۔

ب

ایذا خلق کا تحمل کئے بغیر چارہ نہیں۔ اہل اقارب کی جفا پر صبر کرنا چاہئے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ اے پیغمبر تو بھی صبر کر جس طرح صبر کیا اولو العزم پیغمبروں نے اور ابھی اُن کے ساتھ جلدی نہ کر، جو نمک ملاحت اس مقام میں ہے وہ یہی ایذا و جفا ہے۔ اور آپ اس نمک و ملاحت سے مقام فرار میں ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے شکر پرور دہ تاب نمک نہیں لا سکتا۔ لیکن کیا کرنا چاہئے ؂

ہر کہ عاشق گشت اگرچہ نازنینے عالم است
نازکی کے راست آید بارے باید کشید

چونکہ آپ نے انتقال مکانی کی اجازت طلب کرنے میں بہت الحاح کی تو حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو تحریر فرمایا کہ "آج شب کو ایسا دکھائی دیا کہ آپ کا

سامان مانکپور سے الہ آباد کی طرف منتقل کیا جاتا ہے۔ آپ الہ آباد جا کر کسی ویرانہ میں اقامت اختیار کریں۔ اور اوقات ذکر الٰہی سے معمور رکھیں اور تمام مقاصد کو بتکرار کلمۂ طیبہ (لا الٰہ الا اللہ) سینہ سے نکال ڈالیں۔ تاکہ مقصود و مطلوب بجز اُس واحد مطلق کے اور کچھ نہ رہے۔ اور اگر ذکر سے دل ماندہ ہو تو ذکر لسانی کریں لیکن آہستہ۔ کیونکہ ذکر جہری اس طریق میں ممنوع ہے۔ باقی روش اور اوضاع طریق آپ معلوم کر چکے ہیں۔

جہاں تک ہو سکے تقلید کو ہاتھ سے نہ دیں۔ کیونکہ تقلید شیخ طریقت ثمرات و نتائج رکھتی ہے۔ اور اُس کے خلاف طریق میں خطرے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔ انتہیٰ۔

سید صاحب مشار الیہ جن ایام میں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں رہتے تھے ایک روز آپ کے حجرہ سے ایک کاغذ پایا، جس میں ایک معرفت لکھی ہوئی تھی جس سے بجز حضرت مخدوم زادہ بزرگ کے اور کوئی واقف نہ تھا۔ التماس کیا یہ معرفت آپ کے نام پر ہو۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے آپ کا التماس قبول فرمایا۔ اور وہ معرفت یہ ہے:۔

بداں ارشدک اللہ تعالےٰ مدتوں سیر ظلال میں رہا۔ وصول ظل کو عین حصول پایا۔ اب کہ وصول باصل میسر ہوا ہے بجز حصول ظل کے اور کچھ نہیں ہے جس طرح کوئی عورت کسی مرد سے واصل ہو تو بجز اس کے ظل کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ یہ ہمارا کلام اشارہ ہے وصول ذات کی طرف۔ معلوم ہو کہ عبارت مناسب بیان طریق کہ بطریق رمز و اشارہ تحریر ہوئے تھے مناسب مقام جان کر اس مکتوب میں درج کیے گئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حاجی خضر افغان

آپ خواجہ صاحب کے منظور نظر تھے تعلیم طریقت کی اجازت بھی آپ کو ملی اور خلق کثیر نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے مریدوں میں صاحب اذواق مواجید اور صاحب سرور و ولولہ تھے۔ آپ اکثر شب گریہ و زاری میں بسر کیا کرتے تھے۔ اور مسکین و منکسر المزاج تھے۔ آپ کے اوقات حضور و صفا اور تلاوت و اذکار سے معمور تھے۔ آپ سرہند کے قریب ہی ایک قریہ میں سکونت رکھتے تھے اور چند روز

کے بعد خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

خواجہ صاحب کے مخلصوں میں سے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ایک روز میں نے ابلیس کو دیکھا اور اُس سے کئی ایک باتیں پوچھیں۔ الحمدللہ کہ اُس نے راست راست بیان کر دیں۔ ایک یہ بات بھی میں نے اُس سے پوچھی کہ ہمارے دوستوں میں سے ایسا کون ہے جس پر تجھے بہت کم تصرف حاصل ہے۔ اُس نے کہا، حاجی خضر۔

آپ نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے ایک سال کے بعد انتقال کیا اللہ تعالےٰ آپ کو غریق رحمت کرے۔

شیخ احمد دیبنی

دیبن[1] مضافات سہارنپور سے ایک مقام کا نام ہے اور میان دوآب واقع ہے۔ اول آپ مدت تک بطریق تلمذ خواجہ صاحب کی خدمت میں گذران کرتے رہے اور آداب خدمت بجا لاتے رہے۔

بعد ازاں آپ ایک تقریب میں برہان پور گئے۔ وہاں شیخ معظم محمد بن فضل اللہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں تعلیم ذکر حاصل کی مدت مدید تک اُن کی خدمت میں بسر کر کے خلافت ارشاد پائی۔

بعد ازاں آگرہ پہنچے۔ خواجہ صاحب بھی اُس وقت آگرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ذکر طریقہ علیہ نقشبندیہ آپ سے اخذ کیا۔ اور آپ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے حضرت سیدی و مرشدی میر محمد نعمان کو اجازت خلافت دیکر برہان پور رخصت کیا تو آپ کے ساتھ شیخ مشارٌالیہ کو بھی روانہ کیا۔ اور آپ کی تربیت حضرت سیدی و مرشدی کے حوالہ کی۔ چنانچہ آپ کی صحبت میں حضور و نسبت خواجگان قدس اللہ اسرارہم سے مشرف ہوئے۔ اور لذت و حلاوت پائی۔

اس کے بعد شیخ معظم قدس سرہٗ نے آپ سے پوچھا کہ جس ذکر کی مَیں نے تعلیم دی تھی اُس میں آپ مشغول ہیں یا نہیں۔ عرض کیا چند مدت تک مَیں اُس میں مشغول رہا

[1] اب دیوبند سے پکارا جاتا ہے۔

اور اب خدمت میر محمد نعمان سے ذکر طریقۂ خواجگان اخذ کیا ہے۔ اور لذت دیگر پائی ہے۔ اور اب اسی میں مشغول ہوں +

اگرچہ اس جواب کے استماع سے فی الجملہ آثار غیرت شیخ موصوف ظاہر ہوئے۔ لیکن چونکہ شیخ فانی اور منصف وحقانی تھے۔ فرمایا۔ مقصد فائدہ وحضور ہے جہاں کہیں سے بھی پہنچے اس کے ملتزم رہو۔ مبارک ہے +

اس کے بعد آپ پھر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور الطاف وعنایات دیکھیں اور اجازت خلافت پائی +

دو طالبوں کو آپ نے تعلیم ذکر طریقت کی۔ متاثر ہوئے اور ان سے احوال ظاہر ہوئے +

ایک عریضہ میں آپ نے خواجہ صاحب سے سوال کیا کہ باوجودیکہ میں خود اپنی ذات میں کوئی حال نہیں دیکھتا۔ لیکن دو طالبوں کو میں نے طریق ذکر تعلیم کیا۔ ان سے کئی احوال ظاہر ہوئے۔ اس کی کیا وجہ ہوگی۔ نیز باوجود آگاہی کے مترذہول سے بھی سوال کیا +

خواجہ صاحب نے آپ کے دونوں سوالوں کے جواب میں ایک مکتوب تحریر فرمایا۔ اور یہ جلد ثالث کا مکتوب شانزدہم ہے +

اس مکتوب میں آپ نے ان دونوں طالبوں کے احوال کو مولانا کے احوال کا عکس بیان فرمایا ہے کہ ان کے آئینہ استعداد میں ظہور پذیر ہوئے۔ چونکہ وہ طالب صاحب علم تھے۔ اس لئے انہوں نے ان احوال کا درک کرلیا۔ اور مولانا کے لئے ولالت تعلیم نے احوال کو مستور کیا +

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مقصود حصول احوال ہے اور علم باحوال ایک دوسری دولت ہے۔ کسی کو اس کا علم دیتے ہیں اور کسی کو نہیں۔ لیکن دونوں ارباب ولایت سے ہیں +

اور دوسرے سوال کی بابت تحریر فرمایا کہ آگاہی عبادت ظہور باطن سے ہے بجناب قدس خداوند جل وعلے شبہ بعلم حضوری کہ دوام اس کے لئے لازم ہے۔ آپنے یہ بھی سنا ہے کہ ایک شخص بعض اوقات اپنے نفس سے غافل ہوجاتا ہے اور اپنی نسبت ذہول پیدا کرتا ہے غفلت وذہول علم حصولی میں متصور ہے۔ کیونکہ مغائرت درمیان میں ہے اور علم حضوری میں حضور متصور ہے۔ الخ +

آپ آگرہ میں مدت تک گوشہ فقر و نامرادی میں افاضۂ طالبین میں مشغول رہے اور جذبہ و بیخودی اکابر اس سلسلہ آپ کے دو مریدوں میں ظاہر ہوا۔ ایک اعاظم اغنیا کو تھے۔ جنہوں نے آپ سے تعلیم ذکر حاصل کی تھی اور آپ کے ساتھ اخلاص تام رکھتے تھے۔ یہ آپ کو بنگالہ لے گئے اور وہاں آپ کو قبول عظیم حاصل ہوا۔ اور بہت لوگوں کو آپ سے فیض پہنچا۔

شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی

حسن ابدال کابل و لاہور کے مابین واقع ہے۔ یہیں سے کشمیر کو بھی راستہ جاتا ہے۔ آپ اسی مقام کے رہنے والے ہیں اور خواجہ صاحب کے قدیم اصحاب سے ہیں احوال علیہ و جذبات قویہ رکھتے ہیں۔

شروع زمانہ میں آپ طلب حق کے لئے گھر سے نکلے۔ جب سرہند پہنچے تو بدلالت معنوی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور بمجرد حاضر ہونے کے آپ کا حال دگرگوں ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے عنایات و توجہات آپ کے شامل حال کیں۔ اور جب تعلیم ذکر و مراقبہ سے سرفراز کیا تو برکت آپ کی نظر کیمیا اثر کے تھوڑے ہی عرصہ میں ترقیات رونمود ہوئیں۔

خواجہ صاحب نے آپ کو اجازت تعلیم طریقت دی۔ بہت سی خلق اللہ نے آپ سے فیض پایا اور اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔

جن دنوں حضرت خواجہ صاحب نے عزلت اختیار کی تھی بہت کم لوگ آپ کی خدمت میں جا سکتے تھے۔ اور شیخ مشارٌالیہ پر چونکہ آپ عنایت خاص رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں آپ نے فرما دیا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ آیا جایا کریں۔ انہیں کوئی منع نہ کرے۔

اور جس زمانہ میں آپ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے شیخ مشارٌالیہ ایک جماعت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ چند روز رہکر اپنے وطن مرخص ہوئے۔ شیخ اسحاق نام ایک فاضل نے جو یار سینل یلہ سے تھے شیخ مشارٌالیہ سے تلقین ذکر اس سلسلہ حاصل کی۔ بعد از اخذ طریقہ بست و یک شب متواتر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے ساتھ انواع الطاف فرمائے۔
چنانچہ انہوں نے کمال شوق و اخلاص کے ساتھ ایک عریضہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں ارسال کیا۔ اور ایک واقعہ اور بھی علیحدہ کاغذ پر تحریر کیا تھا وہ واقع یہ ہے:۔

بندۂ بمقدار امیدوار رحمت پروردگار فقیر اسحاق ولد تو بلے عرض خدمت کرتا ہے کہ جب بعنایت نظر عالیقدر مولوی شیخ کریم الدین حال بدل گیا۔ تو اسی وقت تصور باطن میں حضرت ہادئے زمان قطب دوران مخدوم مخدومنا شیخ احمد سرہندی سلمہ اللہ تعالےٰ حاضر ہوئے۔ سفید محاسن بلند بینی۔ ذہب رنگ گویا مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب بندہ حاضر ہوا عین مراقبہ میں قلم اٹھا کر یہ چند کلمات تحریر فرمائے:۔

عن احمد السرهندی الی اسحٰق السندیلی یا اسحٰقؑ انت ولدی وخلیفتی فی جمیع الرموزات الحقیقی والدقیقی وانی مغفور وانت ومن توسل بك ایضاً مغفورٌ واقع الحبیبی مولانا کریم الدین منی السلام انتہیٰ۔

یہ صحیفۂ واقعہ اور مکتوب رحم علی درویش کی مصحوبیت میں جو شکر توحید وجودیہ میں تھا۔ ارسال کیا تھا اور سفارش کی تھی کہ اس درویش کو اس مقام سے نکالیں۔ چنانچہ آپ نے اُس درویش کو اُس مقام سے نکالکر مقام اعلےٰ پر پہنچایا۔ اور یہ رقیمہ شیخ اسحاق کو تحریر فرمایا:۔

ب

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ۔ مکتوب شریف جو مصحوب رحم علی درویش ارسال فرمایا تھا پہنچا۔ چونکہ شوق و ذوق سے مملو تھا مسرت بخشی۔ اور جو واقعہ علٰحدہ کاغذ میں تحریر کیا تھا اُس کے مطالعہ سے بھی فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ اس قسم کے واقعات مُبشرات ہیں۔ سعی کریں کہ قوت سے فعل میں آئے اور گوش سے آغوش میں پہنچے اس وقت تدارک تقصیر ممکن ہے فرصت کو غنیمت جانیں اور امروز و فردا کے خیال میں نہ پڑ جائیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں ایک دفعہ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ گفتگو اُس ساعت کے متعلق ہو رہی تھی جو یوم جمعہ میں

ودیعت رکھی گئی ہے۔ سب نے کہا اگر یہ ساعت میسر ہو تو اس ساعت میں حق سبحانہ تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہیئے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا۔ جب میری نوبت پہنچی تو میں نے کہا کہ صحبت ارباب جمعیت طلب کرنا چاہیئے کہ اس میں جمیع سعادات میسر ہیں۔ چند مکاتیب بھی بعض یاران طریقت کے نقل کر کے ارسال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے نفع پہنچائے +

شیخ کریم الدین بھی عرصہ سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ شاید وہ خود بھی آپکو اپنے حالات لکھینگے۔ درویش رحم علی بھی اصلاح کی غرض سے آئے تھے۔ دوستوں سے دعا کی توقع ہے۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علیٰ کل شئ قدیر والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ +

مولانا عبدالواحد لاہوری

آپ بھی اُس جماعت سے ہیں جسے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ نے تعلیم و تربیت کے لئے ہمارے خواجہ صاحب کے پاس بھیجا تھا۔ آپ کثیر المراقبہ کثیر العبادۃ شخص تھے +

ایک روز بوجہ حالت ذوقی جو عبادت سے آپ کو حاصل ہوئی تھی۔ اس فقیر سے پوچھا کہ بہشت میں نماز بھی ہوگی۔ مَیں نے کہا نہیں۔ کیونکہ وہ دار جزا ہے نہ دار عمل۔ آپ نے ایک سرد آہ نکالی اور رونے لگے۔ اور فرمایا آہ بغیر نماز و بندگی اُس بے نیاز کے کیونکر جی سکینگے +

ایک روز آپ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھ رہے تھے۔ مَیں نے نظر کر کے دیکھا۔ تو اُس میں لکھا ہوا تھا کہ گاہ گاہ نماز میں سجدہ کے وقت ایک ایسی حالت رونمود ہوتی ہے کہ سر اٹھانا ہرگز اچھا نہیں معلوم ہوتا +

ایک روز آپ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں مال تجارت لیکر بخارا گیا ہوا تھا ایک مسجد میں جو اس شہر میں مقامات متبرکہ سے تھی۔ نماز عشا کے بعد ٹھہر کر نوافل پڑھ رہا تھا۔ خادم مسجد نے آن کر بخشونت تمام کہا کہ مسجد کا دروازہ بند ہوتا ہے نوافل اپنے گھر جا کر پڑھو۔ شب کو خادم نے حضرت خواجہ صاحب کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا کہ وہ درویش

سوداگر ہندی ہمارے دوستوں سے ہے۔ اُس سے جاکر معذرت کرو۔ چنانچہ آن کر اُس نے بہت معذرت کی ۔

نیز آپ نے بیان کیا کہ جن دنوں حضرت خواجہ صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک بڈھا سبزی فروش آپ کی زیارت کے لیئے آیا۔ آپ نے اُس کا بڑا احترام کیا سب کو حیرت ہوئی۔ چنانچہ تنہائی میں آپ سے اِس کی وجہ پوچھی گئی۔ فرمایا۔ کہ وہ ابدال سے ہے ۔

مولانا امان اللہ لاہوری

آپ خواجہ صاحب کے مریدان اجازت یافتہ سے ہیں اور صاحب تجرید وتفرید ہیں ۱۰۲۱ھ ہجری میں پیادہ پا سفر حجاز کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر چند کہ راہ میں حضرت خواجہ صاحب کے مُرید بکثرت تھے اور چاہتے تھے کہ طوعاً و اعتقاداً زاد و راحلہ سے آپ کی معاونت کریں۔ لیکن آپ نے مطلق اس کی طرف التفات نہیں کیا اور اسی طرح حرمین شریفین چلے گئے۔ بعد زیارت حرمین شریفین کے مصر و شام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس طریقہ رضیہ پر مستقیم رکھے۔ اور اس فقیر بیچارہ و دل آوارہ کو بھی آپ جیسے بزرگوں کی برکات سے بہرہ نصیب کرے آں خرقہ صد پیوند و دل صد پارہ ؎

گردم بہر دیار و در جستجو زنم
طبل سراغ یوسف خود کو بکو زنم

واضح ہو کہ مذکورہ بالا بزرگان کے سوا اور بھی آپ کے بہت سے مخلص تھے اور اب بھی ہیں جو صاحب ذوق و صاحب فضل و کمال ہیں۔ بعض بعض نے اجازت خلافت بھی پائی ہے جیسے مولانا امان اللہ موصوف جو فقیہ اور اعاظم خلفاء حضرت خواجہ صاحب ہیں۔ اسی طرح شیخ محمد حری جو مشائخ مشہور اس دیار سے ہیں۔ ترک مشیخت کرکے حضرت خواجہ صاحب کی ملازمت خدمت اختیار کی اور آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے اسی طرح (۱) شیخ داؤد ساکنی (۲) شیخ سلیم بنوری (۳) شیخ آدم بنوری (۴) شیخ نور محمد بہاری (۵) شیخ حامد بہاری (۶) صوفی قربان قدیم (۷) مولانا صادق کابلی (۸) مولانا محمد ہاشم خادم (۹) مولانا غازی نوگجاتی (۱۰) صوفی قربان جدید (۱۱) سید باقر سارنگپوری

(۱۲) مولانا فرخ حسین (۱۳) مولانا مظفر احمد (۱۴) مولانا بدرالدین سرہندی (۱۵) مولانا حمید احمدی (۱۶) حاجی حسین (۱۷) شیخ عبدالرحیم برکی وغیرہ۔ چونکہ ہر ایک کی تفصیل موجب تطویل ہے۔ اس لئے صرف اُن کے اسمائے گرامی پر اکتفا کیا گیا +

بعض آپ کے مخلص مقبول اور منظور نظر اور بھی ہیں جو بظاہر اہل سپاہ سے ہیں۔ لیکن درحقیقت اجلۂ اصحاب خانقاہ سے ہیں۔ آپ کے بعض مکتوبات میں اُن کے اسمائے گرامی بھی تحریر ہیں جیسے (۱) خواجہ محمد اشرف کابلی (۲) مولانا حاجی محمد خوستی۔ (۳) مولانا عبدالغفور سمرقندی (۴) حافظ محمود گجراتی +

حضرت خواجہ صاحب کے مکتوبات شریفہ سے جو آپ نے اُن کے بعض عرائض کے جواب میں تحریر فرمائے ہیں اُن سے آپ کے اُن مخلصوں کا وفور رابطہ اور ذوق وحال واضح ہے اور یہ مکتوبات آپ کے دفاتر مکتوبات میں تحریر ہیں +

ایک روز راقم الحروف کے پاس دو سالک آئے جب تنہائی میں اُنہوں نے اپنے احوال بیان کئے تو وہ بالکل اصل وصحیح تھے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے تعلیم ذکر کس سے حاصل کی ہے۔ کس بدھوٹے سے اس سعادت کو پہنچے ہیں۔ اور یہ تخم اس مزرع دل میں کس نے بویا ہے۔ تو اُنہوں نے سلیم خاں ایک عسکری کا نام نامی لیا جو حضرت خواجہ صاحب کے مخلصین ومنظور نظر تھے۔ اور آپ سے تعلیم طریقت کی اجازت بھی پائی تھی +

ان کے علاوہ بھی حضرت خواجہ صاحب کے بہت سے اصحاب صاحب دل ایسے جو گوشۂ فقر وانزوا میں عزلت نشیں ہیں جن میں سے اکثر کو خانمان ودولت بھی نہیں جانتے ہیں +

راقم الحروف سے بعض درویشوں نے بیان کیا کہ ایک درویش نے بنجارا سے آپ کو واقعۂ عظیم میں دیکھ کر حاضر خدمت ہوا اور بہرہ یاب ہو کر پھر اپنے وطن مالوف کو لوٹ گیا +

بغرض تصحیح ایک روز سفر میں مَیں نے گستاخی کر کے استفسار کیا۔ فرمایا۔ ہاں آیا تھا۔ بعد ازاں تبسم کر کے فرمایا۔ لیکن بنجارا کا نہیں بلکہ وہ درویش بلخ کا تھا +

حکایت اس طرح ہے کہ اس درویش نے واقعہ (خواب) میں دیکھا کہ ایک تابوت

رکھا ہُوا ہے اور ایک جماعت کثیر اکابر ماضیہ ماوراء النہر سے جیسے خواجہ عبد الخالق، خواجہ بزرگ، اور خواجہ احرار وامثالہم رحمہم اللہ حاضر ہیں۔ اور گویا کسی بزرگ کا انتظار کر رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے ایک بزرگ سے پوچھا یہ کس کی میت ہے اور یہ بزرگان کس کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہا یہ میت ایک قطب کی ہے اور یہ بزرگ قطب الاقطاب وقت کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ وہ آنکر نماز جنازہ پڑھائیں۔ میں نے پوچھا اُن کا نام کیا ہے۔ اور کس شہر میں سکونت رکھتے ہیں۔ آپ کا نام لیا اور کہا سرہند میں رہتے ہیں۔ صبح کو وہ درویش ہوشیار دیوانہ وار ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ اور خدمت میں آکر حاضر ہوا۔ آپ کا جو حلیہ خواب میں دیکھا تھا وہی بیداری میں دیکھا۔ روئے نیاز آستانہ پر رکھکر چند گاہ خدمت میں رہے اور بہرہ ور ہوکر چونکہ صاحب عیال و اطفال تھے جلد ہی وطن مالوف رخص ہوگئے ع

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش

نیز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آپ کے مخلصوں میں سے ایک درویش سے میری ملاقات ہوئی۔ آثار انکسار و حیرت اُس پر غالب تھے۔ ایک روز اس درویش کو میں نے دیکھا کہ ایک خشک پتہ کو آنکھوں سے لگائے ہوئے مستغرق بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس خشک پتہ کے ساتھ اس قدر توجہ کیوں ہے۔ جب بہت الحاح کیا تو اس نے بیان کیا کہ میں اس پتہ کو دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ اُس میں ایک ایسا عالم رُونمود ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس قضیہ سے مجھے تعجب ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں پہنچنے اور آپ سے ارادت حاصل کرنے کا حال دریافت کیا۔ کہنے لگا کہ ایک شب کو نماز تہجد کے بعد حضرت زبدۃ المتاخرین خلیفہ صدر الدین جو خلفائے حضرت مخدومی محمد زاہد مفتی سے تھے اور طلاب سلسلہ شریفہ کبرویہ کے رہنما تھے۔ اور میرے والد ماجد نے زمانہ طفولیت میں مجھے آپ کی خدمت سے مشرف کیا تھا۔ آپ کی رُوح پُرفتوح کی طرف متوجہ ہوا اور التماس کیا کہ آپ اس جہان سے کوچ کر گئے ہیں۔ اس وقت مجھے آپ کسی ایسے بزرگ کی طرف رہنمائی کریں جو نہایت ہی بزرگ ہو۔ چنانچہ مجھے نیند آگئی اور میں سوگیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے آنکر حضرت خواجہ صاحب کا نام نامی لیا۔ اور فرمایا۔ میں تمہیں آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ چنانچہ میں دیوانہ وار حاضر خدمت ہوا۔ اور

دیکھا جو کچھ کہ دیکھا +

ایک روز راقم الحروف برہان پور کی جامع مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا اور مسجد میں آنے والوں کو دیکھتا جاتا تھا۔ ناگاہ ایک درویش پریشاں بال۔ گریباں چاک شوریدہ سر کہ آثار صفا و اُلفت وارزو اور آثار انکسار و فنا اُس کے چہرہ سے نمایاں تھے۔ جذبۂ ملاقات و ہم آغوشی نے چار و ناچار مسجد سے اُس کے استقبال کے لئے کھینچا۔ اور استفسار حال کیا۔ بیان کیا کہ اقصائے ولایت بنگالہ سے براہ جزائر خشک یہاں تک پہنچا ہوں۔ مَیں نے پوچھا اب کہاں کا ارادہ ہے اگرچہ وہ بتلانا نہیں چاہتے تھے لیکن ناچار بیان کیا کہ سفر حجاز کا قصد ہے۔ سلسلہ و پیر طریقت کا حال پوچھا۔ کہا ایک بزرگ سلسلہ نقشبندیہ سرہند سے آگرہ تشریف لائے ہوئے تھے، اُن سے ارادت حاصل ہے۔ مَیں نے پوچھا اُن کا نام نامی، تو حضرت خواجہ صاحب کا نام لیا۔ تو مَیں اُن سے گلے ملا اور اشک حسرت ٹپکائے اور اُنہیں غریب خانہ پر لے آیا۔ اور کہا کہ اب آپ تفصیل سے بیان کریں ؏

کز تو بوئے گلشن جاں میرسد

بیان کیا۔ مَیں ایک تقریب سے آگرہ آیا ہوا تھا اس اثنا میں ایک شخص نے آپ کا ذکر خیر کیا۔ اُسی شب کو مَیں آپ کی خدمت میں پہنچا اور التماس تعلیم ذکر کیا۔ درجہ اجابت کو پہنچا۔ آپ نے تلقین کی اور نظر رحمت فرمائی۔ نسبت و حالت میرے دامنگیر ہوئی اور اُسی شب کو دیوانہ وار نکل کر جزائر و صحرا میں چلا گیا۔ اور خواب و خور اور آرام و سکون مجھ سے بھاگ گیا۔ کیا کہوں کہ مَیں نے کیا دیکھا اور مجھ پر کیا گذرا اور کیا دیکھ رہا ہوں ؎

چناں در رہ بر من بگذرد روز
کہ در صحرا بر آہو بگذرد یوز

کئی سال تک اسی طرح دشت و بیابان میں شکستگی و نامرادی کے ساتھ پھرتا رہا۔ اور اب بھی اسی جنگل و بیابان کی راہ سے مذکورہ بالا ارادہ کی غرض سے چلا آرہا ہوں اور پیر دستگیر و رہنمائے ہر غریب و فقیر سلمہ اللہ تعالےٰ کی کچھ خبر نہیں رکھتا کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں۔ اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ زیارت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کرکے پھر در دولت پر حاضر ہوؤنگا +

اس فقیر نے بایں غرض کہ ان عزیز کی بعض ضروریات راہ میں، دوست احباب معین و معاون ہوں گے۔ کیونکہ دوستوں سے اور بالخصوص اکابر قافلہ سے سفارش کرونگا میں نے اُسے کہا کہ میرے دوستوں کی ایک جماعت بیت اللہ کو جا رہی ہے۔ کیا آپ ان کی رفاقت میں جا سکتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے میرے اس کلام سے جان لیا کہ میں اُن کے اخفاء و تجمل اور ان کے توکل میں خلل انداز ہوتا ہوں، اس لئے بہانہ کرکے باہر گئے بعد ازاں نہ میں نے انہیں دیکھا اور نہ اُن کی کچھ خبر سُنی ع

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش

اسی طرح ایک سید تاجر کو راقم الحروف نے دیکھا جو اس آیہ کریمہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ کے مصداق تھے یعنی وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت و بیع و شراء ذکر اللہ سے بے پرواہ نہیں کر سکتی۔ استفسار حال کے بعد معلوم ہوا کہ بہت سے درویشوں کے صحبت یافتہ ہیں اور ہر ایک سے ذکر و مراقبہ اخذ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں بھی پہنچے ہیں۔ اور آپ سے عنایات و توجہات پائی ہیں بیان کیا کہ ایک روز عشاء کے وقت آپ کی خدمت میں پہنچا آپ نماز عشاء پڑھنے جا رہے تھے۔ مجمل طور سے کچھ حال و احوال آپ نے استفسار فرمائے۔ فرمایا تمہیں تعلیم دیجائیگی میں نے از راہ دلتنگی گستاخی کرکے عرض کیا کہ اذکار و مراقبات میں نے بہت اخذ کئے ہیں۔ اب میں در دولت سے اُن کے ثمرہ و نتیجہ کا امیدوار ہوں۔ فرمایا۔ تم نے نماز عشاء پڑھ لی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر آپ نے فرمایا۔ اچھا بیٹھ جاؤ۔ میں نماز سے فارغ ہو جاؤں۔ جب میں بیٹھا تو اپنی غیریت پائی۔ اور ایسا از خود رفتہ ہوا کہ صبح کی اذان کی وقت ہوش میں آیا۔ صبح کو خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں پر گر پڑا۔ اور التماس کیا کہ ترک تجارت کرکے ملازمت خدمت اختیار کرتا ہوں۔ فرمایا۔ یہ حالت جو تمہیں عطا کی ہے، اُس میں مشغول رہو۔ چونکہ تجارت موجب حصول لقمہ حلال ہے اور ذریعہ نفقہ اہل و عیال۔ اس لئے اُسے ترک نہ کرو۔ اور دیکھو کہ تمہارے حق میں ارادہ الٰہی کیا ہے یہ کہکر آپ نے مجھے رخصت فرمایا۔ کیا کہوں کہ آپ کی اس عنایت نے کیا کیا ۵

یک لحظہ عنایت تو اے بندہ نواز

بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

ایک اور سید مقبول نظر حضرت خواجہ صاحب نے اس فقیر سے بیان کیا کہ میں صوبہ دکن کے ایک شہر میں تھا۔ ناگاہ میں نے ایک شخص کی زبان سے سنا کہ سلطانِ وقت نے آپ کو بعتاب تمام طلب کر کے شہید کیا۔ اس خبر وحشت اثر سے دلتنگ و بے آرام ہو کر بازار میں آیا کہ شاید کوئی آنے والا کوئی اچھی خبر سنائے۔ جب بازار میں گیا تو ایک جگہ کئی ایک اہل صلاح لوگ آ کر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ میں ان کے پاس گیا اور سلام علیک کر کے بیٹھ گیا۔ چونکہ آثار غم میرے چہرہ سے نمایاں تھے۔ ان میں سے ایک نے میرے غم و اندوہ کا سبب دریافت کیا۔ میں نے جو کچھ سنا تھا۔ بیان کیا وہ ایک آہ سرد نکال کر سر بگریباں ہوا اور چہرہ متغیر تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر بیان کیا۔ کہ خاطر جمع رکھو۔ آپ زندہ ہیں۔ ہاں اس قدر ہیں کہ آپ کو حبس کیا ہے اور پیروں میں زنجیر ڈالی ہے گویا مار ہے کہ خزانہ سے لپٹا ہوا ہے ؎

یک شبے دیوانہ با زنجیر گفت ... من چہ کردم تا سزاوار توام

گفت زنجیرش تو در کنج خراب ... گنج پنہانی و من مار توام

مجھے اس مراقبہ اور اس خبر سے حیرت ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا آپ نے خواجہ صاحب کو دیکھا ہے۔ کہا میں بھی آپ کے کمترین مریدوں سے ہوں۔ میں نے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا۔ اور کہا میرا غریب خانہ اسی شہر میں ہے۔ اگر قدم رنجہ فرمائیں تو امید ہے کہ تھوڑی دیر غم غلط ہو گا۔ جب وہ غریب خانہ پر آئے تو تنہائی میں میں نے ان سے پوچھا کہ کتنا عرصہ آپ خواجہ صاحب کی خدمت میں رہے اور آپ سے کیا پایا اور کیا دیکھا جو باعث ارادت کیا۔ الحاح بسیار کے بعد اپنا مخلص سمجھ کر مجھ سے بیان کیا کہ میں مضافات پنجاب میں سے ایک قریہ میں سکونت پذیر تھا۔ اور غوث الثقلین شیخ الجن والانس حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے اخلاص تمام رکھتا تھا۔ نماز پنجگانہ کے بعد آپ کی روح پرفتوح کو دعا و فاتحہ پڑھ کر بخشتا تھا۔ اور اکثر نماز تہجد اور دیگر نوافل کے بعد مناجات کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک شب کو آپ کو خواب و بیداری کے درمیان دیکھا۔ فرمایا۔ ظاہر میں بھی پیر طریقت ضروری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مشائخ وقت میں سے جسے آپ بتلائیں ان کی خدمت میں پہنچوں۔ فرمایا سرہند میں ایک عزیز ہیں جامع علوم ظاہر و احوال باطن اور آپ کا نام مبارک لیا۔ صبح کو میں

بصد درد و سوز درِ دولت کی طرف روانہ ہوا۔ اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے الطافِ عنایات فرمائیں اور تعلیمِ ذکر کی اور جذبہ و احوال سے سرفراز کیا اور دیکھا جو کچھ دیکھا +

نیز انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز نمازِ عصر کے بعد حضرت خواجہ صاحب برآمد ہوئے اور دروازہ پر بجز میرے اور کوئی حاضر نہ تھا۔ اور فرمایا فلاں باغ کے پاس جا کر دیکھو فقیروں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ کوئی اُن میں بیری کے پتے مل رہا ہے اور کوئی بھنگ گھونٹ رہا ہے۔ انہیں میں ایک درویش بیری کے درخت سے تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اور گو بظاہر اُنہیں میں سے معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ اُن سے الگ ہے۔ اُسے ہماری دعا پہنچاؤ۔ اور کہو فقیر خانہ قریب ہے اگر آپ چند ساعت کے لئے آئیں تو بہتر ہے۔ چنانچہ مَیں اُسی پتہ و نشان پر گیا۔ مَیں نے اُن لوگوں کو واں پایا۔ اور جو درویش درخت سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے قبل ازیں کہ مَیں اُن سے کچھ کہوں مجھے دیکھ کر کہا، تم خواجہ صاحب کے خادم ہو۔ مَیں نے کہا جی ہاں۔ کہا خود نہیں آئے اور ہمیں بلایا ہے۔ اچھا یوں ہی سہی۔ ہمنشینوں سے کہا میرے اس شہر میں ایک دوست ہیں۔ مَیں اُن سے مل کر ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ یہ جلد جلد آئے جُونہی ہم پہنچے کہ آپ برآمد ہوئے اور اُن کے ساتھ سخت معانقہ کیا اور ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھا لیا۔ جو ڈیوڑھی میں بچھا ہوا تھا۔ کچھ دو چار باتیں کیں اور پھر دیر تک خاموش بیٹھے رہے بعد ازاں بزرگ نے پانی مانگا۔ میں پانی لینے گیا۔ اور پانی لیکر ان کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ مَیں سمجھا شاید آپ نے جگہ بدل لی ہے جب ان بزرگ کے پاس گیا اور چاہا کہ پانی ہاتھ میں دوں۔ تو پھر وہی دیکھتا ہوں کہ خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہ بزرگ وہی اپنی سابقہ جگہ پر۔ ہیبت مشاہدہ اس حال سے مَیں دیوار سے ٹیک کر بیخود ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو نماز مغرب کا آخری وقت تھا اور آپ اور وہ درویش اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اُسے ناآشنا کانوں سے مستور رکھنا۔ اب چونکہ مَیں نے آپ کو محرم راز سے پایا، آپ سے بیان کر دیا +

راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے سُننے کے بعد مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر آپ کے حبس و قید ہونے کی خبر صحیح ہے تو یہ درویش بیشک صاحب دل و صادق القول ہے

چنانچہ کئی روز کے بعد متواتر خبروں سے اس خبر کی تصدیق ہوئی۔ اور اس درویش اور آپ کے ساتھ اعتقاد مزید ہوا +

واضح ہو کہ اس قسم کے واقعات ان لوگوں سے جو آپ کے مقبول و منظور نظر تھے، وقوع میں آنا عجائبات سے نہیں۔ کیونکہ بعض طالب جو آپ کے فرد اصحاب سے تھے۔ آپ کے حسب الحکم طالبین کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ ان کی آزادگیوں اور خود رفتگیوں کا کیا ذکر کروں +

مولانا عبدالمومن لاہوری جو ایک فاضل تھے۔ اور راقم نے آپ کی خدمت میں چند اوراق مشکوٰۃ شریف اور کچھ حصہ مطول کا پڑھا ہے۔ کیونکہ آپ اکثر علوم میں اور خصوصاً فقہ و اصول میں مہارت تمام رکھتے تھے +

ایک روز آپ اور مخادیم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے مشائخ وقت میں سے ایک بزرگ کا نام نامی لیکر فرمایا کہ انہوں نے فلاں شخص کو اجازت خلافت دیکر فلاں شہر بھیجا ہے۔ لیکن ان کی صحبت۔ ان کی نصیحت اور ان کی تعلیم ذکر سے متعلقوں پر کوئی اثر و حالت اور خاطر جمعی پیدا نہیں ہوتی +

مولانا نے فرمایا، مجیز و مکمل تام المعرفہ والشاہدہ ہونا چاہیے تاکہ اس کے مرید مجازی سے برکات ظہور میں آئیں +

اس کے بعد آپ آبدیدہ ہوئے اور رقت سے فرمایا کہ میں فخریہ نہیں بلکہ امر واقعی بیان کرتا ہوں کہ حضرت خواجہ صاحب کے برکات کا اثر ظاہر ہو۔ وہ یہ کہ جب میں لاہور رخصت ہونے لگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم دو طالبوں کو تعلیم ذکر دینا۔ چونکہ میں اپنے نقص و کوتاہی سے واقف تھا، بہت متعجب ہوا۔ لیکن ادب مانع تھا کہ میں عذر کرتا جب لاہور پہنچا تو ایک طالب علم نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے آپ سے فرمایا ہے کہ طالبوں کو تعلیم ذکر دینا۔ ان میں سے ایک تو میں ہوں۔ مجھے آپ تعلیم ذکر دیجیے۔ میں نے کہا خواجہ صاحب نے مجھ پر بندہ نوازی کی ہے۔ ورنہ میں تو ایک کم استطاعت طالب علم ہوں۔ بہت کچھ میں نے نرمی و خشونت سے عذر کیے۔ لیکن اس نے پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر کو جب اس نے بہت الحاح کی تو میں نے کہا کہ میں کب تک اس سے عذر کرتا رہوں گا۔ چنانچہ مسجد کے ایک گوشہ میں اسے لے گیا

اور جس طرح میں نے آپ سے دیکھا سُنا تھا اُسے تعلیم ذکر میں مشغول کیا۔ اور خود بھی مشغول ہوا۔ تو مجھے ایک عجیب حالت ونسبت رُونمو ہوئی اور وہ طالب العلم مست بیخود ہو کر چلا گیا +

الغرض اگر اس طرح آپ کے ایک ایک مستفیض کا حال لکھا جائے تو طوالت کا موجب ہوگا۔ اس لئے میں سعادتمند طالبوں کے لئے اسی قدر کافی سمجھتا ہوں ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است
بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

اب آخر میں دعا کرتا ہوں کہ حق سُبحانہٗ وتعالےٰ آپ کے برکات اور آپ کے فرزندان واصحاب کے برکات تاقیامت جاری رکھے۔ اور اس کمترین کو اس جہان میں آپ کی محبت ومتابعت میں ثابت قدم رکھ کر اس جہان آپ کے زمرہ میں محشور کرے۔ بحق اہل الرشاد +

اس دعا کے بعد ان چند رُباعیوں پر جو راقم نے حضرت خواجہ صاحب اور آپ کے پیر روشنضمیر قدس سرہما کی مدح میں لکھی ہیں، کتاب مستطاب کو ختم کرتا ہوں وصلے اللہ علی النبی الاُمی وعلےٰ آلہ الامجاد +

رُباعی

قطبے کہ ازش انفس وآفاق است | نیم نظرش ہزار دل را ساقی است
باقی مدحش چہ گویم ایں بس | کاں جملہ چو نام خویش باحق باقی است

باقی ز فنا و ہستی لعل مذاب | کلکم ز حدیث شُو و شیخ کباب
فلینظر الی ابن ابی قُحفہ | بشنو سرِ فنائے وراد و رباب

باقی کہ ازو مردہ بصد جاں برسد | مفلس ز وُرش بہ گنج پنہاں برسد
نقاش ازل بکاغذ ہند ورش | کایں خانہ بزیب نقشبنداں برسد

احمد کہ بود عیسئے دلہائے سقیم | از ساقی باقی ست ایں راح قدیم
زاں ساقی او سال چہل رفت کہ بود | برزخ بمیان احد و احمد میم

آں قطب کہ ہم عاشق و ہم معشوق است | بر جوہر اسرار نبی صندوق است
آں سایہ کہ از احمد مرسل بنہفت | ظاہر شدہ اینکہ احمد فاروق است

از وے شد دل افسردہ رنداں تازہ | چوں زابر چمن غنچہ خنداں تازہ
از خانہ پیر نگئے احمد شدہ است | نقشِ دیرین نقشبنداں تازہ

رُباعی و تاریخ ختم کتاب

بر خامہ بنازم کہ اشارات نوشت | ز آغاز و توسط و نہایات نوشت
بنوشت کتاب را و تاریخ کتاب | بر دل ہو زبدۃ المقامات نوشت
(۱۰ ے ۳۷ ے)

خاتمہ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام کتاب لاجواب ہادئے شیخ وشاب مقبول طبائع برنا وپیر جلیس وانیس فقیران روشن ضمیر، سالکوں کی جان گوشہ نشینوں کی رفیق، منبع البرکات مصدر حسنات یعنی کتاب **زبدۃ المقامات** مشتمل براحوال خواجۂ خواجگان قطب دوران حضرت خواجہ **باقی باللہ** ومحرم راز نہانی واقف رموز قرآنی عرش آشیانی شاہباز لامکانی قطب ربانی مجدد الف ثانی حضرت خواجۂ خواجگان **شیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی** ہے۔ علاوہ احوال اکابر خواجگان نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض بزرگان عظام قادریہ چشتیہ کا بھی ذکر خیر درج ہے۔ فارسی زبان سے اردو بامحاورہ ترجمہ حسب الارشاد خادمان دین متین محب الفقرا والمساکین ملک **فضل الدین** ککے زئی اختتام کو پہنچا اور دیدہ مشتاقان کو زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہو کر منور کیا۔

یہ کتاب حسب ضابطہ رجسٹری شدہ ہے

هو الکریم

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست

تاریک دلم نور صفای تو کجاست

ما را تو بهشت اگر بطاعت بخشی

آن بیع بود لطف و عطای تو کجاست

از کلمات خواجه عبدالله انصاری رحمة الله علیه

خاکپای سادات ... شد کاتب الحروف محمد ... آبادی